مسئلہ : شعبان کی انتیسویں تاریخ کی شام کو اگر ابر وغیرہ کے سبب چاند نظر نہ آئے اور کوئی شرعی شہادت بھی چاند دیکھنے کی نہ پہنچے تو اگلا روز یوم الشک کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ حقیقتہً چاند ہو گیا ہو۔ مگر مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے نظر نہ آیا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آج چاند ہی مطلع پر نہ آیا ہو۔ اس روز میں چونکہ شہود شہر یعنی رمضان کا پالینا صادق نہیں آتا۔ اس لیے اس دن کا روزہ رکھنا واجب نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے تاکہ فرض اور نفل میں اختلاط اور التباس نہ پیدا ہو جائے (جصاص)

مسئلہ : جن ملکوں میں رات دن کئی کئی مہینوں کے طویل ہوتے ہیں وہاں شہود شہر یعنی رمضان کا پالینا بظاہر صادق نہیں آتا۔ اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ان پر روزے فرض ہی نہ ہوں۔ فقہائے حنفیہ میں سے حلوانی اور بقالی وغیرہ نے نماز کے متعلق تو اسی پر فتویٰ دیا ہے کہ ان لوگوں پر اپنے ہی دن رات کے اعتبار سے نماز کا حکم عائد ہوگا۔ مثلاً جس ملک میں مغرب کے فوراً بعد صبح صادق ہو جاتی ہے وہاں نماز عشاء فرض ہی نہیں۔ (شامی) اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جہاں چھ مہینے کا دن ہے وہاں چھ مہینے میں صرف پانچ نمازیں ہوں گی۔ اور رمضان وہاں آئے گا ہی نہیں۔ اس لیے روزے بھی فرض نہ ہوں گے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں روزے کے متعلق اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔

(البقرہ آیت ۱۸۵) معارف القرآن حصہ اول ص ۳۳۹ تا ۳۵۰

سکوت کا روزہ جائز نہیں

مسئلہ : قبل از اسلام یہ بھی عبادت میں داخل تھا کہ بولنے کا روزہ رکھے صبح سے رات تک کسی سے کلام نہ کرے اسلام نے اس کو منسوخ کر کے یہ لازم کر دیا کہ صرف برے کلام گالی گلوچ، جھوٹ، غیبت وغیرہ سے پرہیز کیا جائے عام گفتگو ترک کرنا اسلام میں کوئی عبادت نہیں اس لیے اس کی نذر ماننا بھی جائز نہیں۔

(سورہ مریم آیت ۲۶) معارف القرآن ج ۶ ص ۲۲

سحری کے چند ضروری احکام

مسئلہ : وہ لوگ جو ایسے مقام پر ہیں جہاں سے صبح صادق کو بچشم خود دیکھ کر یقین حاصل کر سکتے ہیں، اور مطلع بھی صاف ہے، اور وہ صبح صادق کی ابتدائی روشنی کی پہچان بھی رکھتے ہیں، تو ان کو لازم ہے کہ براہ راست افق کو دیکھ کر عمل کریں، اور جہاں یہ صورت نہ ہو مثلاً کھلا ہوا افق سامنے نہیں یا مطلع صاف نہیں، یا اس کو صبح صادق کی پہچان نہیں، اس لیے وہ دوسرے آثار و علامات یا ریاضی حسابات کے ذریعہ وقت کا تعین کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان کے لیے کچھ وقت ایسا آئے گا کہ صبح صادق کا ہو جانا مشکوک ہو یقینی نہ ہو، ایسے لوگوں کو مشکوک حالت میں کیا کرنا چاہئے، اس کے متعلق امام جصاصؒ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس حالت میں اصل تو یہی ہے کہ کھانے پینے پر اقدام نہ کرے، لیکن مشکوک حالت میں صبح صادق کا یقین ہونے سے پہلے پہلے کسی نے کچھ کھا پی لیا تو گناہگار نہیں ہوگا، لیکن اگر بعد میں تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس وقت صبح ہو چکی تھی۔ تو قضا اس کے ذمہ لازم ہے، جیسے شروع رمضان میں چاند نظر نہ آیا اور لوگوں نے روزہ نہ رکھا، مگر بعد میں شہادت سے ۲۹ کا چاند ثابت ہو گیا، تو جن لوگوں نے اس دن کو شعبان کی تیسویں تاریخ سمجھ کر روزہ نہیں رکھا تھا، وہ گنہگار تو نہیں ہوئے، مگر اس روزے کی قضاء ان پر باتفاق لازم ہے، اسی طرح بادل کے دن میں غروب کے گمان پر روزہ افطار کر لیا، بعد میں آفتاب نکل آیا، تو یہ شخص گناہگار تو نہیں قضا اس پر واجب ہے۔ (البقرہ آیت ۱۸۷) (معارف القرآن ج ۱ ص ۳۵۵)

فدیہ کے متعلق مسائل

مسئلہ : ایک روزہ کا فدیہ نصف صاع گندم یا اس کی قیمت ہے نصف صاع ہمارے مروجہ سیر اَسّی تولہ کے حساب سے تقریباً پونے دو سیر ہوتے ہیں۔ اس کی بازاری قیمت معلوم کر کے کسی غریب مسکین کو مالکانہ طور پر دیدینا ایک کا فدیہ ہے۔ بشرطیکہ کسی مسجد،

مدرسہ کی خدمت کے معاوضہ میں نہ ہو۔

مسئلہ : ایک روزہ کے فدیہ کو دو آدمیوں میں تقسیم کرنا یا چند روزوں کے فدیہ کو ایک ہی شخص کو ایک ہی تاریخ میں دینا درست نہیں جیسا کہ شامی نے بحوالہ بحراز قنیہ نقل کیا ہے۔ مگر حضرت نے امداد الفتاویٰ میں فتویٰ اس پر نقل کیا ہے کہ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ شامی نے بھی فتویٰ اسی پر نقل کیا ہے۔

البتہ امداد الفتاویٰ میں ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ کئی روزوں کا فدیہ ایک تاریخ میں ایک کو نہ دے۔ لیکن دے دینے میں گنجائش بھی ہے۔ یہ فتویٰ مرقومہ ۱۳۵۳ھ امداد الفتاویٰ جلد دوم صفحہ ۴۴ میں منقول ہے۔

مسئلہ : اگر کسی کو فدیہ ادا کرنے کی بھی وسعت نہ ہو تو وہ فقط استغفار کرے۔ اور دل میں نیت رکھے کہ جب ہو سکے گا ادا کروں گا۔

(البقرہ آیت ۱۸۴) بیان القرآن معارف القرآن جلد اول ص ۴۴۶

اعتکاف کے متعلق مسائل

مسئلہ : روزے کی رات میں کھانا' پینا۔ بی بی سے مباشرت سب کا حلال ہونا آیا ہے۔ حالت اعتکاف میں کھانے پینے کا تو وہی حکم ہے جو سب کے لیے ہے۔ مگر مباشرت نساء کے معاملہ میں الگ ہے کہ وہ رات میں بھی جائز نہیں۔

مسئلہ : اعتکاف کے دوسرے مسائل کہ اس کے ساتھ روزہ شرط ہے اور یہ کہ اعتکاف میں مسجد سے نکلنا بغیر حاجت طبعی یا شرعی کے..... جائز نہیں۔ کچھ اسی لفظ اعتکاف سے مستفاد ہیں۔ کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے۔

(البقرہ آیت ۱۸۷)۔ معارف القرآن حصہ اول ص ۴۵۶

شب قدر کے احکام

مسئلہ : جس شخص نے شب قدر میں عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لی اس

نے بھی اس رات کا ثواب پالیا اور جو شخص جتنا زیادہ کرے گا زیادہ ثواب پائے گا صحیح مسلم میں حضرت عثمان غنیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت سے ادا کرلی تو آدھی رات کے قیام کا ثواب پالیا اور جس شخص نے صبح کی نماز بھی جماعت سے ادا کرلی تو پوری رات جاگنے' عبادت کرنے کا ثواب حاصل کرلیا۔ (سورۃ القدر آیت ۷۵) (معارف القرآن ج ۸ ص ۷۹۳)

ہلال عید کا بیان

مسئلہ : ہلال رمضان و عید کے مسئلے میں فقہاء نے یہی فرمایا ہے کہ ایک شہر میں اگر شہادت شرعیہ کے ساتھ قاضی شہر کے حکم سے چاند کی رؤیت ثابت ہو جائے تو ملحقہ بستیوں کو بھی اس پر عمل کرنا لازم ہے لیکن دوسرے شہر والوں پر اس وقت تک لازم نہیں ہوگا۔ جب تک خود اس شہر کا قاضی شہادت کو تسلیم کرکے اس کا حکم نہ دے۔

(کذا فی الفتاویٰ الغیاثیہ) (سورۃ القصص آیت ۵۹) (معارف القرآن حصہ ششم ص ۶۵۳)

باب

مسائل الحج

مسائل حج

مسئلہ : چوپائے جانوروں سے دودھ 'سواری' باربرداری ہر قسم کے منافع حاصل کرنا تمہارے لیے اس وقت تک تو حلال ہے جب تک ان کو حرم مکہ میں ذبح کرنے کے لیے نامزد کر کے ہدی نہ بنالیا ہو۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں۔ جو حج یا عمرہ کرنے والا اپنے ساتھ کوئی جانور لے جائے کہ اس کو حرم شریف میں ذبح کیا جائے گا۔ جب اس کو ہدی حرم کے لیے نامزد اور مقرر کردیا۔ تو پھر اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانا بغیر کسی خاص مجبوری کے جائز نہیں۔ جیسے اونٹ کو ہدی بناکر ساتھ لیا اور خود پیدل چل رہا ہے۔ سواری کے لیے کوئی دوسرا جانور موجود نہیں۔ اور خود پیدل چلنا پڑا تو مجبوری اور ضرورت کی بناء پر اس وقت سوار ہونے کی اجازت ہے۔

مسئلہ : یہاں بیت عتیق سے مراد پورا حرم شریف ہے۔ جو درحقیقت بیت اللہ ہی کا حریم خاص ہے۔ جیسے سابقہ آیت میں مسجد حرام کے لفظ سے پورا حرم مراد لیا گیا۔ یہاں بیت عتیق سے مراد پورا حرم ہے۔ ہدی کے جانوروں کے ذبح کرنے کا مقام بیت

عتیق ہے۔ اور مراد پورا حرم ہے کہ وہ بیت عتیق ہی کے حکم میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہدی کا ذبح کرنا حرم کے اندر ضروری ہے حرم سے باہر جائز نہیں۔ اور پھر حرم عام ہے۔ خواہ منیٰ ہو یا مکہ مکرمہ کی اور جگہ ہو۔

(سورۃ الحج آیت ۳۳) معارف القرآن حصہ ششم ص ۲۶۳

مسئلہ : ایسا جانور جو کسی جنایت اور جرم (مثلاً حرم شریف میں شکار کرنا) کی سزا کے طور پر لازم (ذبح) ہوا ہے اس کا گوشت خود اس شخص کے لیے کھانا جائز نہیں یہ صرف فقراء و مساکین کا حق ہے۔ بلکہ کسی دوسرے مالدار آدمی کو بھی اس کا کھانا جائز نہیں باقی قسمیں قربانی کی واجب ہوں یا نفلی واجب میں حنفیہ شافعیہ مالکیہ کے نزدیک دَمِ تمتع اور قران بھی داخل ہیں ان سب کا گوشت قربانی والا' اس کے احباب و اعزہ اگرچہ اغنیاء ہوں کھا سکتے ہیں۔

(سورۃ الحج آیت ۲۹) معارف القرآن ج ۶ ص ۲۵۸

افعال حج میں ترتیب کا درجہ

مسئلہ : جو ترتیب افعال حج کی قرآن و حدیث میں آئی۔ اور فقہاء نے اس کو منضبط کیا اسی ترتیب سے افعال حج ادا کرنا باتفاق امت کم از کم سنت ضرور ہے۔ واجب ہونے میں اختلاف ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک واجب ہے۔ جس کے خلاف کرنے سے ایک دم جنایت لازم ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ہے۔ اس لیے اس کے خلاف کرنے سے ثواب میں کمی آتی ہے۔ مگر دم لازم نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے۔

من قدم شیئاً من نسکہ اواخرہ فلیہرق دما رواہ ابن ابی شیبۃ موقوفا وھو فی حکم المرفوع (مظہری)

یعنی جس شخص نے افعال حج میں سے کسی کو مقدم یا مؤخر کردیا اس پر لازم ہے کہ ایک دم دے۔

یہ روایت طحاوی نے بھی مختلف طریق سے نقل کی ہے۔ اور حضرت سعید بن

جبیرؒ، قتادہؒ، نخعیؒ، حسن بصریؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ خلاف ترتیب کرنے والے پر لازم کرتے ہیں۔ جو کام شرعاً کسی شخص پر لازم واجب نہیں تھا۔ اگر وہ زبان سے یہ نذر کرے اور منت مان لے کہ میں یہ کام کروں گا یا اللہ کے لیے مجھ پر لازم ہے کہ فلاں کام کروں تو یہ نذر ہوجاتی ہے۔ جس کا حکم یہ ہے کہ اس کا پورا کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ اگرچہ اصل سے واجب نہیں تھا۔ مگر اس کے واجب ہوجانے کے لیے یہ شرط تو باتفاق امت ہے کہ وہ شرعاً گناہ اور جائز نہ ہو۔ اگر کسی شخص نے گناہ کے کام کی نذر مان لی۔ تو اس پر وہ گناہ کرنا اس سے لازم نہیں ہوجاتا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف کرنا واجب ہے۔ البتہ اس پر کفارۂ قسم لازم ہوجائے گا۔ اور ابو حنیفہؒ وغیرہ ائمہ فقہاء کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ وہ کام ایسا ہو جس کی جنس میں کوئی عبادت مقصودہ شرعیہ پائی جاتی ہو۔ جیسے نماز، روزہ، صدقہ، قربانی وغیرہ کہ ان کی جنس میں کچھ شرعی واجبات اور عبادات مقصودہ ہیں۔ تو اگر کوئی شخص نفلی نماز روزے صدقہ وغیرہ کی نذر مان لے تو وہ نفل اس کے ذمہ واجب ہوجاتی ہے۔ اس کا پورا کرنا اس کے ذمہ لازم و واجب ہے۔

مسئلہ: دل میں کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرنے سے نذر نہیں ہوتی جب تک زبان سے الفاظ نذر ادا نہ کرے۔ تفسیر مظہری میں اس جگہ نذر اور منت کے احکام و مسائل تفصیل سے جمع کردیے ہیں۔

(سورۃ الحج آیت ۲۹) معارف القرآن حصہ ششم ص ۲۵۹ تا ۲۶۰۔

مسئلہ: حرم مکہ میں انسان کیا شکاری جانور کو بھی قتل کرنا جائز نہیں لیکن اسی آیت (البقرہ آیت ۱۹۱) سے معلوم ہوا کہ اگر حرم محترم میں کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کو قتل کرنے لگے تو اس کو بھی مدافعت میں قتال کرنا جائز ہے اس پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہے۔

مسئلہ: اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابتداء جہاد و قتال صرف مسجد حرام ہے۔

○☆○

احرام کے بعد حج و عمرہ ادا کرنے کی صورت میں احرام سے نکلنے کا طریقہ

مجبوری کی حالت میں قربانی دے کر احرام کھول دینا جائز ہے مگر بعد میں قضاء کرنا واجب ہے احرام کا فدیہ ایک قربانی دینا ہے بکری، گائے، اونٹ وغیرہ جو آسان ہو۔ قربانی دے کر احرام کھول دیں۔ احرام کھولنا جس کی شرعی صورت سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا ہے۔ اس وقت تک جائز نہیں جب تک حرم کی قربانی اپنے موقع پر پہنچ کر ذبح نہ ہوجائے۔ موقع پر پہنچنے سے مراد امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ حدود حرم میں پہنچ کر ذبح کی جائے خود نہ کرسکیں تو کسی سے کرادیں۔ اس آیت میں دشمن حائل ہوجانے کی صورت صراحۃً مذکور ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ نے بیماری وغیرہ کی مجبوری کو بھی باشتراک علت داخل قرار دیا ہے۔

حالت احرام میں بال منڈانے پر مجبور ہوجائے تو کیا کرے

اگر کسی بیماری کے سبب سر یا بدن کے کسی دوسرے حصہ کے بال منڈانے کی مجبوری ہو یا سر میں جوویں پیدا ہوکر تکلیف دے رہی ہوں تو ایسی صورت میں بال منڈانا بقدر ضرورت جائز ہے۔ مگر اس کا فدیہ اور بدلہ یہ ہے کہ روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے (سورہ بقرہ آیت ۱۹۶) قربانی کے لیے تو حدود حرم کی جگہ متعین ہے۔ روزوں کی تعداد تین ہے یا چھ مسکینوں کو آدھا صاع (پونے دو سیر) گندم یا اس کی قیمت بطور صدقہ دے دیں۔

(معارف القرآن ج ۱ ص ۴۸۱، ۴۸۲، ص ۴۸۳)

سفر حج میں تجارت یا مزدوری کرنا کیسا ہے

اس کا مدار اصل نیت پر ہے اگر کسی شخص کی نیت اصل میں دنیوی نفع تجارت یا

مزدوری ہے اور ضمنی طور پر حج دونوں مساوی صورت میں ہیں تب تو یہ اخلاص کا ثواب ہے حج کا ثواب اس سے کم ہو جائے گا اور برکات حج جیسی حاصل ہونی چاہئے وہ حاصل نہ ہوں گی اور اگر اصل نیت حج کی ہے اسی کے شوق میں نکلا ہے۔ لیکن مصارف حج یا گھر کی ضروریات میں تنگی ہے اس کو پورا کرنے کے لیے کوئی معمولی تجارت یا مزدوری کرلی، یہ اخلاص کے منافی نہیں ہاں اس میں بھی بہتر یہ ہے کہ خاص ان پانچ ایام میں جن میں حج کے افعال ادا ہوتے ہیں ان میں کوئی مشغلہ تجارت و مزدوری کا نہ رکھے بلکہ ان ایام کو خالص عبادت و ذکر میں گزارے۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے خاص ان ایام میں تجارت و مزدوری کو ممنوع بھی فرمایا ہے۔

(سورۂ بقرہ آیت ۱۹۸) معارف القرآن ج ۸ ص ۴۸۷)

طواف کے بعد دو رکعتیں واجب ہیں

طواف کے بعد دو رکعتیں واجب ہیں اور سنت ہے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے ادا کی جائیں لیکن اگر کسی وجہ سے وہاں ادا نہ کرسکا تو پھر حرم میں یا حرم سے باہر جہاں کہیں ممکن ہو ادا کرنے سے واجب ادا ہو جائے گا۔

(سورۃ البقرہ آیت ۱۲۵)(معارف القرآن ج ۱ ص ۳۲۳)

باب

النکاح

نکاح کے متعلق مسائل!

مسئلہ : باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس میں اس بات کی قید نہیں لگائی ہے کہ باپ نے ان سے وطی بھی کی ہو لہٰذا کسی بھی عورت سے اگر باپ کا عقد بھی ہو جائے تو اس عورت سے بیٹے کے لئے نکاح کبھی بھی حلال نہیں۔ اسی طرح سے بیٹے کی بیوی سے باپ کو نکاح کرنا درست نہیں اگرچہ بیٹے کا صرف نکاح ہی ہوا ہے۔

قال الشامی و تحرم زوجۃ الاصل والفرع بمجرد العقد دخل بہا اولا۔

مسئلہ : اگر باپ نے کسی عورت سے زنا کرلیا ہو تو بھی بیٹے کو اس عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔

اپنی والدہ سے نکاح کرنا حرام ہے اور اس ضمن میں دادیاں اور نانیاں سب داخل ہیں۔

اپنی صلبی لڑکی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اور لڑکی کی لڑکی سے بھی اور بیٹے کی لڑکی سے بھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ بیٹی۔ پوتی۔ پرپوتی۔ نواسی پڑنواسی ان سب سے نکاح کرنا حرام

ہے اور سوتیلی لڑکی جو دوسرے شوہر سے ہو اور بیوی کے ساتھ لائی ہو۔ اس سے نکاح کرنے یا نہ کرنے میں تفصیل ہے جو آگے آرہی ہے۔ اور جو لڑکا لڑکی صلبی نہ ہو بلکہ گود لے کر پال لیا ہو۔ ان سے اور ان کی اور اولاد سے نکاح جائز ہے۔ بشرطیکہ کسی دوسرے طریقے سے حرمت نہ آئی ہو اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تو اس نطفہ سے جو لڑکی پیدا ہو وہ بھی بیٹی کے حکم میں ہے۔ اس سے بھی نکاح درست نہیں اپنی حقیقی بہن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اور اس بہن سے بھی جو علاتی (باپ شریک) اور اس بہن سے بھی جو اخیافی (ماں شریک) ہو اپنے باپ کی حقیقی بہن' علاتی' اخیافی بہن' ان تینوں سے نکاح حرام ہے۔ غرض کہ تینوں طرح کی پھوپھیوں سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

اپنی والدہ کی حقیقی بہن ہو یا علاتی یا اخیافی ہر ایک سے نکاح حرام ہے۔

بھائی کی لڑکیوں یعنی بھتیجیوں سے بھی نکاح حرام ہے۔ حقیقی ہو یا علاتی ہو یا اخیافی ہو۔ تینوں طرح کے بھائیوں کی لڑکیوں سے نکاح حلال نہیں ہے۔

بہن کی لڑکیوں یعنی بھانجیوں سے بھی نکاح حرام ہے۔ اور یہاں بھی وہی تعمیم ہے کہ بہنیں خواہ حقیقی ہوں' علاتی ہوں یا اخیافی ان کی لڑکیاں شرعاً نکاح میں نہیں آسکتیں۔

جن عورتوں کا دودھ پیا ہے اگرچہ وہ حقیقی مائیں نہ ہوں۔ وہ بھی حرمت نکاح کے بارے میں والدہ کے حکم میں ہیں اور ان سے بھی نکاح حرام ہے۔ تھوڑا دودھ پیا ہو یا زیادہ۔ ایک دفعہ پیا ہو یا متعدد دفعہ پیا ہو' ہر صورت میں یہ حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس کو حرمت رضاعت سے تعبیر کرتے ہیں۔

البتہ اتنی بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ حرمت رضاعت اسی زمانہ میں دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے۔ جو بچپن میں دودھ پینے کا' نہ ہوتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِنَّمَا الرَّضَاعَۃُ مِنَ الْمَجَاعَۃِ

یعنی رضاعت سے جو حرمت ثابت ہوگی وہ اسی زمانہ کے دودھ پینے ہی سے بچے کا نشوونما ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم) اور یہ مدت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بچے کی پیدائش سے لے کر ڈھائی سال تک ہے۔ اور دیگر فقہاء کے نزدیک جن میں امام ابو حنیفہؒ کے مخصوص شاگرد امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ رحمہما اللہ تعالیٰ بھی ہیں۔ صرف دو سال تک

مدت رضاعت ثابت ہو سکتی ہے۔ اور اسی پر امام محمدؒ کا فتویٰ بھی ہے۔ اگر کسی لڑکے لڑکی نے اس عمر کے بعد کسی عورت کا دودھ پیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

رضاعت کے رشتہ سے جو بہنیں ہیں۔ ان سے بھی نکاح کرنا حرام ہے۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ جب کسی لڑکی یا لڑکے نے ایام رضاع میں کسی عورت کا دودھ پی لیا۔ وہ عورت ان کی رضاعی والدہ بن گئی۔ اور اس عورت کا شوہر اس کا باپ بن گیا۔ اور اس عورت کی نسبی اولاد اس کے بہن بھائی بن گئے۔ اور اس عورت کی بہنیں ان کی خالائیں بن گئیں۔ اور اس عورت کا جیٹھ دیور ان بچوں کے رضاعی چچا بن گئے۔ اور اس عورت کے شوہر کی بہنیں ان بچوں کی پھوپھیاں بن گئیں۔ اور باہم ان سب میں حرمت رضاعت ثابت ہو گئی نسب کے رشتہ سے جو نکاح آپس میں حرام ہے۔ رضاع کے رشتہ سے بھی حرام ہو جاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ یحرم من الرضاعۃ مایحرم من الولادۃ (بخاری) اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے۔

ان اللہ حرم من الرضاعۃ ما حرم من النسب (بحوالہ مشکوٰۃ ۲۷۳)

مسئلہ : اگر ایک لڑکے ایک لڑکی نے کسی کا دودھ پیا تو ان دونوں کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح رضاعی بھائی اور رضاعی بہن کی لڑکی سے بھی نکاح نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ : رضاعی بھائی یا رضاعی بہن کی نسبی ماں سے نکاح جائز ہے اور نسبی بہن کی رضاعی ماں سے بھی حلال ہے۔ اور رضاعی بہن کی نسبی بہن سے بھی اور نسبی بہن کی رضاعی بہن سے بھی نکاح جائز ہے۔

مسئلہ : اگر مرد کے دودھ نکل آئے تو اس سے حرمت رضاع ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ : اگر دودھ پینے کا شک ہو تو اس سے حرمت رضاع ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کسی عورت نے کسی بچے کے منہ میں پستان دیا۔ لیکن دودھ جانے کا یقین نہ ہو تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی اور نکاح کی حلت پر اس کا اثر نہ پڑے گا۔

مسئلہ : اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کر لیا اور کسی اور عورت نے کہا کہ

میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے تو اگر دونوں اس کی تصدیق کریں۔ تو نکاح کے فاسد ہونے کا فیصلہ کرلیا جائے گا۔ اور اگر یہ دونوں اس کی تکذیب کریں۔ اور عورت دیندار خدا ترس ہو تو فساد نکاح کا فیصلہ نہ ہو گا۔ لیکن طلاق دے کر مفارقت کرلینا پھر بھی افضل ہے۔

مسئلہ : حرمت رضاع کے ثبوت کے لیے دو دیندار مردوں کی گواہی ضروری ہے۔ ایک مرد یا ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔ لیکن چونکہ معاملہ حرام و حلال سے متعلق ہے۔ اس لیے احتیاط کرنا افضل ہے۔ حتیٰ کہ بعض فقہاء نے یہ تفصیل لکھی ہے کہ اگر کسی عورت سے نکاح کرنا ہو اور ایک دیندار مرد گواہی دے کہ یہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں۔ تو نکاح کرنا جائز نہیں' اور اگر نکاح کے بعد ہو تو احتیاط جدا ہونے میں ہے' بلکہ اگر ایک عورت بھی کہہ دے۔ تب بھی احتیاط اسی میں ہے کہ مفارقت اختیار کرلیں۔

مسئلہ : منہ یا ناک کے ذریعہ ایام رضاع میں دودھ اندر جانے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر اور کسی راستہ سے دودھ اندر پہنچا دیا جائے۔ یا دودھ کا انجکشن دے دیا جائے تو حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

مسئلہ : عورت کے دودھ کے علاوہ کسی اور دودھ (مثلاً چوپائے کا دودھ یا کسی مرد کے) سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ : دودھ اگر دواء میں۔ یا بکری' گائے' بھینس کے دودھ میں ملا ہوا ہو تو اس سے حرمت رضاعت اس وقت ثابت ہوگی۔ جب کہ عورت کا دودھ غالب ہو۔ اور اگر دونوں برابر ہوں تب بھی حرمت رضاع ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اگر عورت کا دودھ کم ہے تو یہ حرمت ثابت نہ ہوگی۔

مسئلہ : جس طرح دو دیندار مردوں کی گواہی سے حرمت رضاع ثابت ہوجاتی ہے۔ اسی طرح ایک دیندار مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی اس کا ثبوت ہوجاتا ہے۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ اگر نصاب شہادت پورا نہ ہو تب بھی شک سے بچنے کے لیے حرمت کو ترجیح دی جائے۔

مسئلہ : بیویوں کی مائیں بھی شوہروں پر حرام ہیں۔ اس میں بیویوں کی نانیاں دادیاں نسبی ہوں یا رضاعی سب داخل ہیں۔

مسئلہ : جس طرح منکوحہ بیوی کی ماں حرام ہے۔ اسی طرح اس عورت کی ماں بھی حرام ہے۔ جس کے ساتھ شبہہ میں ہم بستری کی ہو یا جس کے ساتھ زنا کیا ہو یا اس کو شہوت کے ساتھ چھوا ہے۔

مسئلہ : نفس نکاح ہی سے بیوی کی ماں حرام ہوجاتی ہے حرمت کے لیے دخول وغیرہ ضروری نہیں۔ جس عورت کے ساتھ نکاح کیا اور نکاح کے بعد ہم بستری بھی کی تو اس عورت کی لڑکی جو دوسرے شوہر سے ہے۔ اسی طرح اس کی پوتی' نواسی حرام ہوگئیں۔ ان سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ لیکن اگر ہم بستری نہیں کی۔ صرف نکاح ہو تو صرف نکاح سے مذکورہ قسمیں حرام نہیں ہوجاتیں۔ لیکن نکاح کے بعد اگر اس کو شہوت کے ساتھ چھوا یا اس کے اندام نہانی کی طرف شہوت کی نگاہ سے دیکھا تو یہ بھی ہم بستری کے حکم میں ہے۔ اس سے بھی اس عورت کی لڑکی وغیرہ حرام ہوجاتی ہے۔

مسئلہ : اس عورت کی لڑکی' پوتی اور نواسی بھی حرام ہوگئیں جس کے ساتھ شبہ میں ہمبستری ہو یا اس کے ساتھ زنا کیا ہو بیٹے کی بیوی حرام ہے۔ اور بیٹے کے عموم میں پوتا۔ نواسا بھی داخل ہیں۔ لہٰذا ان کی بیویوں سے نکاح جائز نہیں ہو گا۔ (متبنّٰی (لے پالک) کی بیوی سے نکاح حلال ہے۔ اور رضاعی بیٹا بھی نسبی بیٹے کے حکم میں ہے۔

لہٰذا اس کی بیوی سے بھی نکاح کرنا حرام ہے۔ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ حقیقی بہنیں ہوں یا علاتی ہوں یا اخیافی' نسب کے اعتبار سے ہو یا رضاعی بہنیں ہوں۔ یہ حکم سب کو شامل ہے۔ البتہ طلاق ہو جانے کے بعد دوسری بہن سے نکاح جائز ہے۔ لیکن یہ جواز عدت گزرنے کے بعد ہے۔ عدت کے دوران نکاح جائز نہیں ہے۔

مسئلہ : جس طرح ایک ساتھ دو بہنوں کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اسی طرح پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو بھی کسی ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُجْمَعُ بَیْنَ الْمَرْءَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَیْنَ الْمَرْءَةِ وَخَالَتِهَا (بخاری و مسلم)

مسئلہ : فقہائے کرام نے بطور قاعدہ کلیہ یہ لکھا ہے کہ ہر ایسی دو عورتیں جن میں سے اگر کسی ایک کو مذکر فرض کیا جائے تو شرعاً ان دونوں کا آپس میں نکاح درست نہ ہو اس طرح کی دو عورتیں ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

(سورہ نساء آیت ۲۳) معارف القرآن حصہ دوم ص ۳۵۷ تا ۳…

مسئلہ : اگر کوئی کافر عورت دارالحرب میں مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر کافر ہے۔ تو تین حیض گذرنے کے بعد وہ اس کے نکاح سے جدا ہو جائے گی۔

مسئلہ : اور اگر دارالاسلام میں کوئی کافر عورت مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر کافر ہو تو حاکم شرع اس کے شوہر پر اسلام پیش کرے اگر وہ مسلمان ہونے سے انکار کرے تو قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے۔ اور یہ تفریق طلاق شمار ہو گی۔ اس کے بعد عدت گذار کر وہ عورت کسی مسلمان سے نکاح کر سکتی ہے۔ (سورہ نساء آیت ۲۴)

(معارف القرآن حصہ دوم ص ۳۶۴)

نکاح کے بارے میں ضروری حکم

مسئلہ : نکاح ایک ایسا معاملہ ہے۔ جس میں اگر زوجین کی طبائع میں موافقت نہ ہو تو مقاصد نکاح میں خلل آتا ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے میں خلل آتا ہے۔ باہمی جھگڑے نزاع پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے شریعت میں کفائت یعنی باہمی مماثلت کی رعایت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی اعلیٰ خاندان کا آدمی اپنے سے کم خاندان والے آدمی کو رذیل یا ذلیل سمجھے ذلت و عزت کا اصل مدار اسلام میں تقویٰ اور دینداری ہے۔ جس میں یہ چیز نہیں اس کو خاندانی شرافت کتنی بھی حاصل ہو اللہ کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

حاصل یہ ہے کہ نکاح میں کفائت و مماثلت کی رعایت کرنا دین میں مطلوب ہے تاکہ زوجین میں موافقت رہے، لیکن کوئی دوسری اہم مصلحت اس کفایت سے بڑھ کر سامنے آجائے۔ تو عورت اور اس کے اولیاء کو اپنا یہ حق چھوڑ کر غیر کفو میں نکاح کر لینا

جائز ہے۔

(سورۃ الاحزاب آیت ۳۷) ملخصاً معارف القرآن حصہ ہفتم ص ۱۵۱ تا ۱۵۳۔

زوجین کے درمیان عمر کے تناسب کی رعایت بہتر ہے

مسئلہ : ہم عمری کی وجہ سے طبیعتوں میں زیادہ مناسبت اور توافق ہو گا اور ایک دوسرے کی راحت و دلچسپی کا خیال زیادہ رکھا جا سکے گا۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زوجین کے درمیان عمر میں تناسب کی رعایت رکھنی چاہئے کیونکہ اس سے باہمی انس پیدا ہوتا ہے۔ اور رشتہ نکاح زیادہ خوشگوار اور پائیدار ہو جاتا ہے۔

(سورہ ص آیت ۵۲) معارف القرآن حصہ ہفتم ص ۵۴۷

نکاح کے متعلق مزید احکام

مسئلہ : کسی عورت سے نکاح کر لینے کے بعد خلوت صحیح سے پہلے ہی کسی وجہ سے طلاق کی نوبت آجائے، تو مطلقہ عورت پر کوئی عدت واجب نہیں، وہ فوراً ہی دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ ہاتھ لگانے سے مراد صحبت اور صحبت کا حقیقی حکمی ہونا اور دونوں کا ایک حکم ہونا معلوم ہو چکا ہے اور صحبت حکمی خلوت صحیح سے ہو جاتا ہے دوسرا حکم یہ ہے کہ مطلقہ عورت کو شرافت اور حسن خلق کے ساتھ کچھ سامان دے کر رخصت کیا جائے، کچھ سامان دے کر رخصت دینا ہر مطلقہ کے لیے مستحب و مسنون ہے۔ اور بعض صورتوں میں واجب ہے جس کی تفصیل خلاصہ تفسیر میں گذر چکی ہے۔ اور سورہ بقرہ کی آیت لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ کے تحت گذر چکی ہے۔ اور ان الفاظ قرآنی میں لفظ متاع اختیار فرمانا شاید اس حکمت سے ہو کہ یہ لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے عام ہے ہر اس چیز کے لیے جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اس میں عورت کے حقوق واجبہ مہر وغیرہ بھی شامل ہیں کہ اگر اب تک مہر نہ دیا گیا ہو تو طلاق کے وقت خوش دلی سے ادا کر دیں اور غیر واجب حقوق مثلاً مطلقہ کو رخصت کے وقت کپڑوں کا

ایک جوڑا دے کر رخصت کرنا یہ بھی داخل ہے جو ہر مطلقہ عورت کو دینا مستحب ہے۔ (کذافی المبسوط المحیط، روح) امام حدیث عبد بن حمید نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ یعنی متاع و سامان دینا ہر مطلقہ کے لیے ہے۔ خواہ اس کے ساتھ خلوت صحیح ہوئی یا نہ ہوئی ہو اور اس کا مہر حق ہو یا نہ ہو۔

(سورہ احزاب آیت ۴۹)(معارف القرآن حصہ ہفتم ۱۸۰ تا ۱۸۱)

چار سے زیادہ عورتوں کو بیک وقت جمع کرنا حرام ہے

مسئلہ : اسلام نے تعداد ازدواج پر پابندی لگائی اور چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام قرار دیا اور جو عورتیں ایک ہی وقت میں نکاح کے اندر رہیں ان میں مساوات حقوق کا نہایت مؤکد حکم اور اس کی خلاف ورزی پر وعید شدید سنائی۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ معارف القرآن ج ۲ ص ۲۸۷ تا ۲۸۸ (سورۃ النساء آیت ۳)

کیا انسان کا نکاح جنی عورت سے ہو سکتا ہے

مسئلہ : اس معاملہ میں بعض لوگوں نے تو اس لیے شبہ کیا ہے کہ جنات کو انسان کی طرح توالد و تناسل کا اہل نہیں سمجھا ابن عربی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ یہ خیال باطل ہے۔ احادیث صحیحہ سے جنات میں توالد و تناسل اور مرد و عورت کی تمام وہ خصوصیات جو انسانوں میں ہیں۔ جنات میں بھی موجود ہونا ثابت ہے۔ دوسرا سوال شرعی حیثیت سے ہے کہ کیا عورت جنیہ کسی انسان مرد کے لیے نکاح کر کے حلال ہو سکتی ہے۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بہت حضرات نے جائز قرار دیا ہے۔ بعض نے غیر جنس مثل جانوروں کے ہونے کی بناء پر حرام فرمایا ہے۔

(سورۃ النمل آیت ۴۴)(معارف القرآن ج ۶ ص ۵۷۳)

متعہ کے متعلق مسائل

مسئلہ : نکاح متعہ کی طرح نکاح موقت بھی حرام اور باطل ہے۔ نکاح موقت یہ ہے کہ ایک مقررہ مدت کے لیے نکاح کیا جائے۔ اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ متعہ میں لفظ متعہ بولا جاتا ہے۔ اور نکاح موقت لفظ نکاح سے ہوتا ہے۔

(سورہ نساء آیت ۲۴)(معارف القرآن حصہ دوم ص ۳۶۸)

کافر کی بیوی کے مسلمان ہو جانے کا حکم

مسئلہ : جو عورت کسی کافر کے نکاح میں تھی اور پھر وہ مسلمان ہو گئی تو کافر سے خود بخود اس کا نکاح فسخ ہو گیا۔ یہ اس کے لیے اور وہ اس کے لیے حرام ہو گئے۔ اور یہی وجہ عورتوں کو شرط صلح میں واپسی سے مستثنیٰ کرنے کی ہے کہ اب وہ اس کے شوہر کافر کیلئے حلال نہیں رہی۔

کافر مرد کی بیوی مسلمان ہو جائے تو نکاح فسخ ہو جانا آیت مذکورہ (سورۃ الممتحنہ آیت ۱۰) سے معلوم ہو چکا لیکن دوسرے کسی مسلمان مرد سے اس کا نکاح کس وقت جائز ہو گا۔ اس کے متعلق امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک اصل ضابطہ تو یہ ہے کہ جس کافر مرد کی عورت مسلمان ہو جائے تو حاکم اسلام اس کے شوہر کو بلا کر کہے کہ اگر تم بھی مسلمان ہو جاؤ تو نکاح برقرار رہے گا ورنہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اگر وہ اس پر بھی اسلام لانے سے انکار کر دے تو اب دونوں میں فرقت کی تکمیل ہو گئی۔ اس وقت وہ کسی مسلمان مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ حاکم اسلام کا شوہر کو حاضر کرنا وہیں ہو سکتا ہے جہاں حکومت اسلام کی ہو، دارالکفر یا دارالحرب میں ایسا واقعہ پیش آئے تو شوہر سے اسلام کے لیے کہنے اور اس کے انکار کی صورت نہیں ہو گی جس سے دونوں میں تفریق کا فیصلہ کیا جا سکے۔ اس لیے اس صورت میں زوجین کے درمیان تفریق کی تکمیل اس وقت ہو گی جب یہ عورت ہجرت کر کے دارالاسلام میں آ جائے یا مسلمانوں کے لشکر میں

آجائے۔ اس میں پہنچنے سے بھی اس کا تحقق ہو جاتا ہے۔ جس کو فقہاء کی اصطلاح میں اختلاف دارین سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی جب کافر مرد اور اس کی بیوی مسلمان کے درمیان دارین کا فاصلہ ہو جائے یعنی ایک دارالکفر میں ہے دوسرا دارالاسلام میں تو یہ تفریق مکمل ہو کر عورت دوسرے سے نکاح کے لیے آزاد ہو جاتی ہے۔

(سورۃ الممتحنہ آیت ۱۰)(معارف القرآن ص ۴۱۴ ج ۸)

بیوی کا نفقہ ضروریہ شوہر کے ذمہ ہے

ضروریات زندگی بیوی کی مرد کے ذمہ ہیں۔ ان کے حصول میں جو محنت و مشقت ہو اس کا تنہا ذمہ دار مرد ہے۔ حضرت آدم اور حوا زمین پر اتارے گئے تو ان ضروریات زندگی کی تحصیل میں جو کچھ محنت مشقت اٹھانا پڑی وہ حضرت آدم علیہ السلام پر پڑی۔ کیونکہ حوا کا نفقہ اور ضروریات زندگی فراہم کرنا ان کے ذمہ تھی۔

نفقہ واجبہ صرف چار چیزیں ہیں

قرطبی نے فرمایا کہ عورت کا جو نفقہ مرد کے ذمہ ہے وہ صرف چار چیزیں ہیں کھانا پینا۔ لباس اور مسکن اس سے زائد جو کچھ شوہر اپنی بیوی پر خرچ کرتا ہے۔ وہ تبرع و احسان ہے۔ واجب و لازم نہیں۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ۔

مسئلہ: زوجہ کا نفقہ شوہر کی حیثیت کے مناسب ہونا چاہئے یا زوجہ کی

مسئلہ: اس پر تو اتفاق ہے کہ میاں بیوی دونوں امیر مالدار ہوں تو نفقہ امیرانہ واجب ہوگا اور دونوں غریب ہوں تو نفقہ غریبانہ واجب ہوگا۔ اور دونوں غریب ہوں تو نفقہ غریبانہ واجب ہوگا۔ البتہ جب دونوں کے حالات مالی مختلف ہوں تو اس میں فقہاء کا

اختلاف ہے۔ صاحب ہدایہ نے خصافؒ کے اس قول پر فتویٰ دیا ہے کہ اگر عورت غریب اور مرد مالدار ہو تو اس کا نفقہ درمیانہ حیثیت کا دیا جائے گا کہ غریبوں سے زائد' مالداروں سے کم۔ اور کرخیؒ کے نزدیک اعتبار شوہر کے حال کا ہوگا۔ فتح القدیر میں بہت سے فقہاء کا فتویٰ اس پر نقل کیا ہے واللہ علم (فتح القدیر ص ۴۲۳ ج ۳) معارف ص ۵۸۱ جلد اول

بیوی کی سکونت شوہر کے تابع ہے

مسئلہ: اُسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اس آیت میں دو مسئلوں کی طرف اشارہ ہے۔ اول یہ کہ بیوی کے لیے رہائش کا انتظام شوہر کے ذمہ ہے۔ دوسرے یہ کہ سکونت میں بیوی شوہر کے تابع ہے۔ جس مکان میں شوہر رہے اس میں اس کو رہنا چاہئے۔

(البقرہ آیت ۳۵ معارف القرآن جلد اول ص ۱۹۴

بیوی کے علاوہ جس کسی کا نفقہ شریعت نے کسی شخص کے ذمہ عائد کیا ہے۔ اس میں بھی چار چیزیں اس کے ذمہ واجب ہوتی ہیں جیسے ماں باپ کا نفقہ اولاد کے ذمہ جب کہ وہ محتاج اور معذور ہوں۔ جس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔ (سورہ طہٰ آیت ۱۱۷) معارف القرآن حصہ ششم ص ۱۵۷

زوجین کے جھگڑے میں دوسروں کا دخل بلا ضرورت مناسب نہیں

میاں بیوی کے معاملات میں بہتر یہ ہے کہ کوئی تیسرا دخیل نہ ہو یہ دونوں آپس میں خود ہی کوئی بات طے کر لیں کیونکہ تیسرے کے دخل دینے سے بعض اوقات تو مصالحت ہی ناممکن ہو جاتی ہے۔ اور ہو بھی جائے تو طرفین کے عیوب تیسرے آدمی کے سامنے بلاوجہ آتے ہیں جس سے بچنا دونوں کے لیے مصلحت ہے۔

(سورہ نساء آیت ۱۲۷)(معارف القرآن ص ۵۶۳ ج ۲)

○☆○

گنہگار بیوی بچوں سے بیزاری اور بغض نہیں چاہئے

علماء نے اس آیت ؎۱ سے استدلال کیا ہے کہ اہل و عیال سے کوئی کام خلاف شرع بھی ہو جائے تو ان سے بیزار ہو جانا اور ان سے بغض رکھنا یا ان کے لیے بددعا کرنا مناسب نہیں۔ (معارف القرآن ج۸ ص ۴۷۰)

لڑکی کی پیدائش کوئی ذلت نہیں

مسئلہ : گھر میں لڑکی پیدا ہونے کو مصیبت و ذلت سمجھنا جائز نہیں یہ کفار کا فعل ہے۔ تفسیر روح البیان میں بحوالہ شرعۃ لکھا ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ لڑکی پیدا ہونے سے زیادہ خوشی کا اظہار کرے تاکہ اہل جاہلیت کے فعل پر رد ہو جائے اور ایک حدیث میں ہے کہ وہ عورت مبارک ہوتی ہے جس کے پہلے پیٹ سے لڑکی پیدا ہو۔

(سورہ نحل آیت ۵۹) معارف القرآن ص ۳۴۴ ج ۵

بیوی اور اولاد کی تعلیم و تربیت ہر مسلمان پر فرض ہے

حضرات فقہاءؒ نے فرمایا کہ اس آیت ؎۲ سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال و حرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کے لیے کوشش کرے۔ ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت نازل کرے جو کہتا ہے کہ اے میرے بیوی بچو، تمہاری نماز، تمہارا روزہ تمہاری زکوٰۃ، تمہارا مسکین، تمہارا یتیم اور تمہارا پڑوسی۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو ان کے ساتھ جنت میں جمع فرمائیں گے۔ تمہاری نماز تمہارا روزہ وغیرہ فرمانے کا مطلب یہ

؎۱ التغابن آیت ۱۴

؎۲ یاایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا (التحریم آیت ۶)

ہے کہ ان چیزوں کا خیال رکھو اس میں غفلت نہ ہونے پائے اور مسکینکم یتیمکم وغیرہ فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے جو حقوق تمہارے ذمہ ہیں ان کو خوشی اور پابندی سے ادا کرو اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں وہ شخص ہوگا جس کے اہل و عیال دین سے جاہل اور غافل ہوں۔

(روح) (سورۃ التحریم آیت ۶) معارف القرآن ص ۳ تا ۵ ج ۸

اولاد سے خطا ہونے کی صورت میں کیا کرنا چاہئے

مسئلہ : اولاد سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو باپ کو چاہئے کہ تربیت کر کے ان کی اصلاح کی فکر کرے اور جب تک اصلاح کی امید ہو قطع تعلق نہ کرے ہاں اگر اصلاح سے مایوسی ہو جائے اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے میں دوسروں کے دین کا ضرر محسوس ہو پھر قطع تعلق کر لینا انسب ہے۔ (سورہ یوسف آیت ۲۶) (معارف القرآن ص ۹۳ ج ۵)

تخصیص کے ساتھ بیوی کا ذکر عام مجالس میں نہ کرنا بلکہ کنایہ سے کام لینا بہتر ہے

مسئلہ : لفظ اہل عام ہے جس میں بیوی اور گھر کے دوسرے افراد بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس مقام میں اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تنہا اہلیہ محترمہ ہی تھیں کوئی دوسرا نہ تھا۔ مگر تعبیر میں یہ عام لفظ استعمال کرنے سے اس طرف اشارہ پایا گیا کہ مجالس میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کا ذکر کرے تو عام لفظوں سے کرنا بہتر ہے۔ جیسے ہمارے عرف میں کہا جاتا ہے۔ میرے گھر والوں نے یہ کہا ہے۔

(سورہ النمل آیت ۷) معارف القرآن حصہ ششم ص ۵۶۱

غیر فطری فعل اپنی بیوی سے بھی حرام ہے

مسئلہ : وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ) لفظ من ازوا جکم میں حرف من اصطلاحی الفاظ میں بیانیہ بھی ہو سکتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہو گا کہ تمہاری خواہش کے لیے جو اللہ نے بیویاں پیدا فرمائی ہیں۔ تم ان کو چھوڑ کر اپنے ہم جنس مردوں کو اپنی شہوت نفس کا نشانہ بناتے ہو جو خباثت نفسی کی دلیل ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حرف من کو تبعیض کے لیے قرار دیں تو اشارہ اس طرف ہو گا کہ تمہاری بیبیوں کا جو مقام تمہارے لیے بنایا گیا اور جو امر فطری ہے اس کو چھوڑ کر بیویوں سے خلاف فطرت عمل کرتے ہو جو کہ قطعاً حرام ہے۔ غرض اس دوسرے معنی کے لحاظ سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہو گیا کہ اپنی زوجہ سے خلاف فطرت عمل حرام ہے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے۔ نعوذ باللہ منہ (کذا فی الروح)

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ

اس آیت سے ثابت ہوا کہ لوطی پر دیوار گرانے یا بلند مقام سے نیچے پھینکنے کی تعزیر جائز ہے۔ جیسے حنفیہ کا مسلک ہے کیونکہ قوم لوط اسی طرح ہلاک کی گئی تھی کہ ان کی بستیوں کو اوپر اٹھا کر الٹا زمین پر پھینک دیا گیا تھا۔ (شامی کتاب الحدود)

(سورہ الشعراء آیت ۱۶۶) (معارف القرآن حصہ ششم ص ۵۴۲)

غیر فطری طریقہ سے قضاء شہوت کا حکم

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک "اَلَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا" کا مصداق وہ لوگ ہیں۔ جو غیر فطری طریقہ پر قضاء شہوت کرتے ہیں۔ یعنی مراد استلذاذ بالشکل کے مرتکب ہوتے ہیں۔

(سورہ نساء آیت ۱۶) معارف القرآن جلد دوم ص ۳۳۸

○☆○

استمناء بالید کے احکام

اکثر فقہاء رحمہم اللہ نے استمناء بالید یعنی اپنے ہاتھ سے شہوت پوری کر لینے کو بھی اس کے عموم ؎ میں داخل قرار دے کر حرام قرار دیا ہے۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاءؒ سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا مکروہ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ محشر میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے۔ جن کے ہاتھ حاملہ ہونگے میرا گمان یہ ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے ہاتھ سے شہوت پوری کرتے ہیں اور حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی قوم پر عذاب نازل فرمایا جو اپنے ہاتھوں سے اپنی شرمگاہوں سے کھیلتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملعون من نکح یدہ یعنی جو اپنے ہاتھ سے نکاح کرے وہ ملعون ہے سند اس کی ضعیف ہے (مظہری) (سورۃ المعارج آیت ۳۱) (معارف القرآن ج ۸ ص ۵۵۸)

حالت حیض میں صحبت نہ کرنے کا حکم

(۱) اگر غلبہ شہوت سے حالت حیض میں صحبت ہو گئی تو خوب توبہ کرنا واجب ہے اور کچھ خیر خیرات بھی دے دے تو زیادہ بہتر ہے۔

(۲) پیچھے کے مواقع میں اپنی بی بی سے بھی صحبت کرنا حرام ہے۔

(۳) اگر کوئی قسم کھالے کہ اپنی بیوی سے صحبت نہ کروں گا اس کی چار صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی مدت معین نہ کرے دوم یہ کہ چار مہینے کی مدت کی قید لگائے سوم یہ کہ چار ماہ سے کم مدت کی قید لگائے پس صورت اول، دوم اور سوم کو شرع میں ایلاء کہتے ہیں اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چار ماہ کے اندر اپنی قسم توڑ ڈالے اور بیوی کے پاس چلا جائے تو قسم کا کفارہ دے اور نکاح باقی ہے اور اگر چار ماہ گزر گئے اور قسم نہ توڑی تو اس عورت پر قطعی طلاق پڑ گئی یعنی بلا نکاح رجوع کرنا درست نہ رہا البتہ اگر دونوں رضامندی سے پھر

؎ سورۃ المعارج آیت ۱۱

نکاح کرلیں تو درست ہے حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی اور چوتھی صورت کا حکم یہ ہے اگر قسم توڑے تو کفارہ لازم ہوگا۔ اور اگر قسم پوری کرلی جب بھی نکاح باقی ہے (بیان القرآن)

(سورہ بقرہ آیت ۲۲۴) معارف القرآن ص ۵۳۹ تا ۵۴۳ ج ۱

باب

الطّلاق

تین طلاق ایک ساتھ دینے کا حکم

مسئلہ : شریعت و سنت کی نظر میں اصل یہی ہے کہ کوئی آدمی اگر طلاق دینے پر مجبور ہی ہو جائے تو صاف و صریح لفظوں میں ایک طلاق رجعی دے دے تاکہ عدت تک رجعت کا حق باقی رہے ایسے الفاظ نہ بولے جس سے فوری طور پر تعلق زوجیت منقطع ہو جائے جس کو طلاق بائن کہتے ہیں اور نہ تین طلاق تک پہنچے جس کے بعد آپس میں نکاح جدید بھی حرام ہو جائے۔

مسئلہ : تین چیزوں میں حکم شرعی یہ ہے کہ دو مرد و عورت اگر بلا قصد نکاح ہنسی ہنسی میں گواہوں کے سامنے نکاح کا ایجاب و قبول کریں تو بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر بلا قصد ہنسی ہنسی میں صریح طور پر طلاق دے دے تو طلاق ہو جاتی ہے۔ یا رجعت کرے تو رجعت ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی کسی غلام یا باندی کو ہنسی ہنسی میں آزاد کرنے کو کہہ دے تو غلام باندی آزاد ہو جاتے ہیں۔ ہنسی مذاق میں کوئی عذر مانا نہیں جاتا۔

مسئلہ : مطلقہ عورتوں کو اپنی مرضی کی شادی کرنے سے بلاوجہ شرعی روکنا حرام ہے۔(سورہ بقرہ آیت ۲۳۱'۲۳۲) دلائل کیلئے ملاحظہ فرمائیے۔
تفسیر معارف القرآن ج اص ۵۷۴ تا ۵۷۸)

مسئلہ : جب طلاق دینے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہے تو طلاق کا احسن طریقہ یہ ہے کہ صرف ایک طلاق حالت طہر میں دے دے جس میں مجامعت نہ کی ہو اور یہ ایک طلاق دے کر چھوڑ دے عدت ختم ہونے کے ساتھ ہی رشتہ نکاح خود بخود ٹوٹ جائے گا۔ اس کو فقہاء نے طلاق احسن کہا ہے اور حضرات صحابہؓ نے اسی کو طلاق کا بہتر طریقہ قرار دیا ہے۔

مسئلہ : اگر کسی نے غیر مستحسن یا غیر مشروع طریقہ سے تین طلاق دے دیں تو تین طلاق واقع ہو جائیں گی رجعت اور نکاح جدید کا اختیار بھی سلب ہو جائے گا۔(سورہ بقرہ آیت ۲۳۳) دلائل کیلئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر معارف القرآن جلد اول ص ۵۵۹ تا ۵۶۹)

باب

الرّضاعت

رضاعت کے متعلق مسائل

دودھ پلانا ماں کے ذمہ واجب ہے

دودھ پلانا دیانۃً ماں کے ذمہ واجب ہے بلاعذر کسی ضد یا ناراضی کے سبب دودھ نہ پلائے تو گنہگار ہو گی' اور دودھ پلانے پر وہ شوہر سے کوئی اجرت و معاوضہ نہیں لے سکتی۔ جب تک وہ اس کے اپنے نکاح میں ہے۔ کیونکہ وہ اس کا اپنا فرض ہے۔

پوری مدت رضاعت

پوری مدت رضاعت دو سال ہے۔ جب تک کوئی خاص عذر مانع نہ ہو بچے کا حق ہے کہ یہ مدت پوری کی جائے۔ اس کے بعد دودھ نہ پلایا جائے۔ البتہ بعض آیات قرآن اور احادیث کی بناء پر امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر تیس مہینے یعنی ڈھائی سال کے عرصہ میں بھی دودھ پلا دیا تو احکام رضاعت کے ثابت ہو جائیں گے۔ اور اگر بچے کی کمزوری وغیرہ کے عذر سے ایسا کیا گیا تو گناہ بھی نہ ہو گا۔ ڈھائی سال پورے ہونے کے

بعد بچہ کو ماں کا دودھ پلانا باتفاق حرام ہے۔

بچے کو دودھ پلانا ماں کے ذمہ اور ماں کا نان و نفقہ و ضروریات باپ کے ذمہ ہیں

بچے کو دودھ پلانا ماں کے ذمہ ہے لیکن ماں کا نان و نفقہ اور ضروریات زندگی باپ کے ذمہ ہے اور یہ ذمہ داری جس وقت تک بچے کی ماں اس کے نکاح میں یا عدت میں ہے اس وقت تک ہے اور طلاق اور عدت پوری ہونے کے بعد نفقہ زوجیت تو ختم ہو جائے گا۔ مگر بچہ کو دودھ پلانے کا معاوضہ دینا باپ کے ذمہ پھر بھی لازم رہے گا (مظہری)

مسئلہ : عورت جب تک نکاح میں ہے تو اپنے بچے کو دودھ پلانے کی اجرت کا مطالبہ نہیں کر سکتی طلاق و عدت کے بعد کر سکتی ہے

اگر بچے کی ماں دودھ پلانے کی اجرت مانگتی ہے تو جب تک اس کے نکاح یا عدت کے اندر ہے اجرت کے مطالبہ کا حق نہیں۔ یہاں اس کا نان نفقہ جو باپ کے ذمہ ہے وہی کافی ہے۔ اور اگر طلاق کی عدت گذر چکی ہے اور نفقہ کی ذمہ داری ختم ہو چکی ہے اب اگر یہ مطلقہ بیوی اپنے بچے کو دودھ پلانے کا معاوضہ باپ سے طلب کرتی ہے۔ تو باپ کو دینا پڑے گا۔ کیونکہ اس کے خلاف کرنے میں ماں کا نقصان ہے۔ شرط یہ ہے کہ یہ معاوضہ اتنا ہی طلب کرے کہ جتنا کوئی دوسری عورت لیتی ہے۔ زائد کا مطالبہ کرے گی تو باپ کو حق ہو گا کہ اس کی بجائے کسی انا کا دودھ پلوائے۔

یتیم بچے کے دودھ پلوانے کی ذمہ داری کس پر ہے؟

مسئلہ : اگر باپ زندہ نہ ہو تو بچے کو دودھ پلانے یا پلوانے کا انتظام اس شخص پر ہے جو بچے کا جائز وارث اور محرم ہو۔ یعنی اگر بچہ مر جائے تو جن کو اس کی وارثت پہنچتی ہے وہی باپ نہ ہونے کی حالت میں اس کے نفقہ کے ذمہ دار ہونگے۔ اگر ایسے وارث کئی ہوں تو ہر ایک پر بقدر میراث اس کی ذمہ داری عائد ہوگی' امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ

یتیم بچے کو دودھ پلوانے کی ذمہ داری وارث پر ڈالنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نابالغ بچے کا خرچہ دودھ چھڑانے کے بعد بھی وارثوں پر ہو گا۔ کیونکہ دودھ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ مقصود بچے کا گذارہ ہے مثلاً اگر یتیم بچے کی ماں اور دادا زندہ ہیں تو یہ دونوں اس بچے کے محرم بھی ہیں اور وارث بھی۔ اس لیے اس کا نفقہ ان دونوں پر بقدر حصہ میراث عائد ہو گا۔ یعنی ایک تہائی خرچہ ماں کے ذمہ اور دو تہائی دادا کے ذمہ ہو گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یتیم پوتہ کا حق دادا پر اپنی بالغ بیٹوں سے بھی زیادہ ہے کیونکہ بالغ اولاد کا نفقہ اس کے ذمہ نہیں۔ اور یتیم پوتے کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے ہاں میراث میں بیٹوں کے موجود ہوتے ہوئے بعید کو دینا معقول بھی نہیں اور صحیح بخاری کی حدیث لا ولی رجل ذکر کے بھی خلاف ہے البتہ دادا کو یہ حق ہے کہ اگر ضرورت سمجھے تو یتیم پوتہ کے لیے کچھ وصیت کر جائے اور یہ وصیت بیٹوں کے حصہ سے زائد بھی ہو سکتی ہے اسی طرح یتیم پوتہ کی ضرورت کو بھی پورا کر دیا گیا اور وراثت کا اصول کہ قریب کے ہوتے ہوئے بعید کو نہ دیا جائے یہ بھی محفوظ رہا۔

(البقرہ آیت ۲۳۳) معارف القرآن حصہ اول ص ۵۸۰ تا ۵۸۲

اکثر مدت حمل اور اکثر مدت رضاعت میں فقہاء کا اختلاف

ائمہ ثلاثہ اور ائمہ حنفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمدؒ سب اس پر متفق ہیں کہ رضاعت کی مدت دو سال ہے صرف امام اعظم ابو حنیفہؒ سے یہ منقول ہے کہ ڈھائی سال تک بچہ کو دودھ پلایا جا سکتا ہے جس کا حاصل جمہور حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر بچہ کمزور ہو' ماں کے دودھ کے سوا کوئی غذا دو سال تک بھی نہ لیتا ہو تو مزید چھ ماہ دودھ پلانے کی اجازت ہے۔ کیونکہ اس پر سب کو اتفاق ہے کہ مدت رضاعت پوری ہونے کے بعد ماں کا دودھ بچے کو پلانا حرام ہے۔ مگر حرمت رضاعت کے سلسلہ میں فتویٰ فقہائے حنفیہ کا بھی جمہور ائمہ کے مسلک پر ہے کہ دو سال کی مدت کے بعد اگر دودھ پلایا گیا تو اس سے حرمت رضاعت کے احکام ثابت نہیں ہوں گے۔ سیدی حضرت حکیم الامتؒ نے بیان القرآن میں فرمایا کہ اگرچہ فتویٰ جمہور کے قول پر ہے۔ مگر عمل میں

احتیاط کرنا بہتر ہے کہ ڈھائی سال کی مدت کے اندر جس بچہ کو دودھ پلایا گیا ہے' اس سے مناکحت میں احتیاط برتی جائے۔

ملخصًا معارف القرآن حصہ ہفتم ص ۸۰۵ تا ۸۰۶

چار ماہ کے بعد اسقاط حمل قتل کے حکم میں ہے

مسئلہ : بچوں کو زندہ دفن کر دینا یا قتل کر دینا سخت گناہ کبیرہ اور ظلم عظیم ہے اور چار ماہ کے بعد کسی حمل کو گرانا بھی اسی حکم میں ہے۔ کیونکہ چوتھے مہینے میں حمل میں روح پڑ جاتی ہے۔ اور وہ زندہ انسان کے حکم میں ہے اسی طرح جو شخص کسی حاملہ عورت کے پیٹ پر ضرب لگائے اور اس سے بچہ ساقط ہو جائے تو باجماع امت مارنے والے پر اس کی دیت میں غُرّہ یعنی ایک غلام یا اس کی قیمت واجب ہوتی ہے۔ اور اگر بطن سے باہر آنے کے وقت وہ زندہ تھا پھر مر گیا تو پوری دیت بڑے آدمی کے برابر واجب ہوتی ہے اور چار ماہ سے پہلے اسقاط حمل بھی بدوں اضطراری حالات کے حرام ہے مگر پہلی صورت کی نسبت کم ہے یعنی اس میں کسی زندہ انسان کا قتل صریح نہیں ہے۔

مسئلہ : کوئی ایسی صورت اختیار کرنا جس سے حمل قرار نہ پائے۔ جیسے آج کل دنیا میں ضبط تولید کے نام سے اس کی سینکڑوں صورتیں رائج ہو گئی ہیں اس کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واد خفی فرمایا ہے یعنی خفیہ طور سے بچہ کو زندہ درگور کر دینا (کما رواہ مسلم عن حذامۃ بنت وھب) اور بعض دوسری روایات میں جو عزل یعنی ایسی تدبیر کرنا کہ نطفہ رحم میں نہ جائے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سکوت یا عدم ممانعت منقول ہے وہ ضرورت کے مواقع کے ساتھ مخصوص ہے وہ بھی اسطرح کے ہمیشہ کیلئے قطع نسل کی صورت نہ بنے (مظہری) آجکل ضبط تولید کے نام سے جو دوائیں یا معالجات کئے جاتے ہیں ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ ہمیشہ کیلئے سلسلہ نسل و اولاد کا منقطع ہو جائے اس کی کسی حال اجازت شرعًا نہیں ہے واللہ اعلم۔

(سورۃ التکویر آیت ۸) (معارف القرآن ج ۸ ص ۶۸۲، ۶۸۳)

باب

العدت

عدت کے بعض احکام و مسائل

مسئلہ : جس کا خاوند مر جائے اس کو عدت کے اندر خوشبو لگانا' سنگھار کرنا' سرمہ اور تیل بلا ضرورت دوا لگانا' رنگین کپڑے پہننا درست نہیں۔ اور صریح گفتگوئے نکاح ثانی بھی درست نہیں' اور رات کو دوسرے گھر رہنا بھی درست نہیں۔ اور یہی حکم ہے۔ اس عورت کا جس پر طلاق بائن واقع ہوئی۔ یعنی جس میں رجعت درست نہیں' مگر اس کو اپنے گھر سے دن کو بھی بدون سخت مجبوری کے نکلنا درست نہیں۔

مسئلہ : اگر چاند رات کو خاوند کی وفات ہوئی تب تو یہ مہینے خواہ تیس کے ہوں خواہ انتیس کے ہوں' چاند کے حساب سے پورے کئے جاویں گے۔ اور اگر چاند رات کے بعد وفات ہوئی ہے۔ تو یہ سب مہینے تیس تیس دن کے حساب سے پورے کئے جاویں گے' پس کل ایک سو تیس دن پورے کریں گے' اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں۔ اور جس وقت وفات ہوئی ہو جب یہ مدت گزر کر وہی وقت آوے گا' عدت ختم ہو جاوے گی' اور یہ جو فرمایا کہ اگر عورتیں قاعدہ کے موافق کچھ کریں تو تم کو بھی گناہ نہ ہو گا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کوئی کام خلاف شرع کرے تو اوروں پر بھی واجب ہوتا ہے کہ بشرط قدرت اس کو روکیں' ورنہ یہ لوگ بھی گنہگار ہوتے ہیں۔ اور قاعدہ کے موافق سے یہ مراد ہے کہ جو نکاح تجویز ہو وہ شرعًا صحیح اور جائز ہو' تمام شرائط حلت کی وہاں جمع ہوں۔ (معارف القرآن حصہ اول ص ۵۸۵)

باب

احکام الستر والحجاب

زیور کی آواز غیر محرموں کو سنانا جائز نہیں

مسئلہ : شروع آیت میں عورتوں کو اپنی زینت غیر مردوں پر ظاہر کرنے سے منع فرمایا تھا۔ آخر میں اس کی مزید تاکید ہے کہ مواضع زینت سر اور سینہ وغیرہ کا چھپانا تو واجب تھا ہی۔ اپنی مخفی زینت کا اظہار خواہ کسی ذریعہ سے ہو وہ بھی جائز نہیں زیور کے اندر خود کوئی چیز ایسی ڈالی جائے جس سے وہ بجنے لگے یا ایک زیور دوسرے زیور سے ٹکرا کر بجے یا پاؤں زمین پر اس طرح مارا جس سے زیور کی آواز نکلے اور غیر محرم مرد سنیں۔ یہ سب چیزیں اس آیت کی رو سے ناجائز ہیں۔ اور اسی وجہ سے بہت سے فقہاء نے فرمایا کہ جب زیور کی آواز غیر محرموں کو سنانا اس آیت سے ناجائز ثابت ہوا تو خود عورت کی آواز کا سنانا اس سے بھی زیادہ سخت اور بدرجہ اولیٰ ناجائز ہو گا۔ اس لیے عورت کی آواز کو بھی ان حضرات نے ستر میں داخل قرار دیا ہے۔ اور اسی بناء پر نوازل میں فرمایا کہ عورتوں کو جہاں تک ممکن ہو قرآن کی تعلیم بھی عورتوں ہی سے لینا چاہئے۔ مردوں سے تعلیم لینا بدرجہ مجبوری جائز ہے۔

صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ نماز میں اگر کوئی سامنے سے گزرنے لگے تو مرد کو چاہئے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ کہہ کر گذرنے والے کو متنبہ کردے مگر عورت

آواز نہ نکالے بلکہ اپنی ہتھیلی کی پشت پر دوسرا ہاتھ مار کر اس کو متنبہ کرے۔

عورت کی آواز کا مسئلہ!

کیا عورت کی آواز فی نفسہ ستر میں داخل ہے۔ اور غیر محرم کو آواز سنانا جائز ہے؟ اس معاملے میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی کی کتب میں عورت کی آواز کو ستر میں داخل نہیں کیا گیا۔ حنفیہ کے نزدیک بھی مختلف اقوال ہیں۔ ابن ہمام نے نوازل کی روایت کی بناء پر ستر میں داخل قرار دیا ہے۔ اسی لیے حنفیہ کے نزدیک عورت کی اذان مکروہ ہے لیکن حدیث سے ثابت ہے کہ ازواج مطہرات نزول حجاب کے بعد بھی پس پردہ غیر محارم سے بات کرتی تھیں۔ اس مجموعہ سے راجح اور صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس موقع اور جس محل میں عورت کی آواز سے فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہو وہاں ممنوع ہے۔ جہاں یہ نہ ہو جائز ہے۔ (جصاص)

اور احتیاط اسی میں ہے کہ بلا ضرورت عورتیں پس پردہ بھی غیر محرموں سے گفتگو نہ کریں۔ واللہ اعلم۔

خوشبو لگا کر باہر نکلنا

مسئلہ : اس حکم میں یہ داخل ہے کہ عورت جب بضرورت گھر سے باہر نکلے تو خوشبو لگا کر نہ نکلے کیونکہ وہ بھی اس کی مخفی زینت ہے۔ غیر محرم تک یہ خوشبو پہنچے تو ناجائز ہے۔ ترمذی میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث ہے جس میں خوشبو لگا کر باہر جانے والی عورت کو برا کہا گیا ہے۔

مزین برقع پہن کر نکلنا بھی ناجائز ہے

امام جصاصؒ نے فرمایا کہ جب زیور کی آواز تک کو قرآن نے اظہار زینت میں داخل قرار دے کر ممنوع کیا ہے۔ تو مزین رنگوں کے کامدار برقعے پہن کر نکلنا بدرجہ اولیٰ

ممنوع ہو گا۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کا چہرہ اگرچہ ستر میں داخل نہیں مگر زینت کا سب سے بڑا مرکز ہے' اس لیے اس کو بھی غیر محرموں سے چھپانا واجب ہے۔ الا بضرورت (جصاص) (سورۃ النور آیت ۳۱) معارف القرآن حصہ ششم ص ۴۰۶ تا ۴۰۷

عورت کی آواز کے بارے میں حکم

مسئلہ : عورت کی آواز ستر میں داخل نہیں۔ لیکن اس پر بھی احتیاطی پابندی یہاں بھی لگا دی۔ اور تمام عبادات اور احکام میں اس کی رعایت کی گئی ہے کہ عورتوں کا کلام جہری نہ ہو جو مرد سنیں' امام کوئی غلطی کرے تو مقتدیوں کو لقمہ زبان سے دینے کا حکم ہے۔ مگر عورتوں کو زبان سے لقمہ دینے کی بجائے یہ تعلیم دی گئی کہ اپنے ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مار کر تالی بجا دیں۔ جس سے امام متنبہ ہو جائے زبان سے کچھ نہ کہیں'

مسئلہ : اگر بضرورت کبھی عورت کو گھر سے نکلنا ہی پڑے تو زینت کے اظہار کے ساتھ نہ نکلے بلکہ برقع یا جلباب جس میں پورا بدن ڈھک جائے وہ پہن کر نکلے۔ (سورہ احزاب آیت ۳۲) معارف القرآن حصہ ہفتم ص ۱۳۲ تا ۱۳۳

ستر عورت کے احکام اور حجاب نساء میں فرق

مسئلہ : مرد و عورت کا وہ حصہ بدن جس کو عربی میں عورت اور اردو فارسی میں ستر کہتے ہیں جس کا چھپانا شرعی' طبعی اور عقلی طور پر فرض ہے اور ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض جس پر عمل ضروری ہے وہ ستر عورت یعنی اعضاء مستورہ کا چھپانا ہے۔ یہ فریضہ تو ابتداء آفرینش سے فرض ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں فرض رہا ہے۔ بلکہ شرائع کے وجود سے بھی پہلے جب جنت میں شجر ممنوعہ کھا لینے کے سبب حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا جنتی لباس اتر گیا۔ اور ستر کھل گیا۔ تو وہاں بھی آدم علیہ السلام نے ستر کھلا رکھنے کو جائز نہیں سمجھا۔ اسی لیے آدم و حوا دونوں نے جنت کے پتے اپنے ستر پر باندھ لیے۔ طَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ کا یہی مطلب

ہے۔ دنیا میں آنے کے بعد آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر پیغمبر دین کی شریعت میں ستر چھپانا فرض رہا ہے۔ اعضاء مستورہ کی تعیین اور تحدید میں اختلاف ہو سکتا ہے کہ ستر کہاں سے کہاں تک ہے۔ مگر اصل فرضیت ستر عورت کی تمام شرائع انبیاء میں مسلمہ ہے۔ اور یہ فرض ہر انسان مرد و عورت پر فی نفسہ عائد ہے۔ کوئی دوسرا دیکھنے والا ہو یا نہ ہو اسی لیے اگر کوئی شخص اندھیری رات میں ننگا نماز پڑھے۔ حالانکہ ستر چھپانے کے قابل کپڑا اس کے پاس موجود ہو' تو یہ نماز بالاتفاق ناجائز ہے' حالانکہ اس کو ننگا کسی نے دیکھا نہیں (بحرالرائق) اسی طرح نماز اگر کسی ایسی جگہ پڑھی جہاں کوئی دوسرا دیکھنے والا نہیں اس وقت بھی اگر نماز میں ستر کھل گیا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (کمافی عامۃ کتب الفقہ) خارج نماز لوگوں کے سامنے ستر پوشی کے فرض ہونے میں تو کسی کا اختلاف ہی نہیں' لیکن خلوت میں جہاں کوئی دوسرا دیکھنے والا موجود نہ ہو وہاں بھی صحیح قول یہی ہے کہ خارج نماز بھی بلا ضرورت شرعیہ یا طبعیہ کے ستر کھول کر ننگا بیٹھنا جائز نہیں (کمافی البحر عن شرح المنیہ)۔

مسئلہ : یہ حکم تو ستر عورت کا تھا جو اول اسلام سے بلکہ اول آفرینش سے تمام شرائع انبیاء میں فرض رہا ہے۔ جس میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں۔ خلوت و جلوت میں بھی برابر ہیں جیسے لوگوں کے سامنے ننگا ہونا جائز نہیں' ایسے ہی خلوت و تنہائی میں بلا ضرورت ننگا رہنا جائز نہیں۔

مسئلہ : ستر عورت اور حجاب نساء یہ دو مسئلے الگ الگ ہیں۔ ستر عورت ہمیشہ سے فرض باقی ہے۔ حجاب نساء ۰۵ ہجری میں فرض ہوا۔ ستر عورت مرد و عورت دونوں پر فرض ہے۔ حجاب صرف اجنبی کی موجودگی میں' یہ تفصیل اس لیے لکھی گئی کہ ان دونوں مسئلوں کو خلط ملط کر دینے سے بہت شبہات مسائل اور احکام قرآن کے سمجھنے میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں ستر عورت سے باجماع مستثنیٰ ہیں۔ اسی لیے نماز میں چہرہ اور ہتھیلیاں کھلی ہوں تو نماز بالاتفاق و باجماع جائز ہے۔ چہرہ اور ہتھیلیاں تو از روئے نص مستثنیٰ ہیں قدمین کو فقہاء نے ان پر قیاس کر کے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ لیکن پردہ میں بھی یہ اعضاء مستثنیٰ' ہیں یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ لیکن ائمہ اربعہ کے نزدیک اب یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ اجنبی مردوں سے عورت چہرہ اور ہتھیلیوں کو

بھی چھپائے۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے ص ۲۱۴ تا ۲۲۰ جلد ہفتم۔

مسئلہ : پردہ کا پہلا درجہ جو اصل مطلوب شرعی ہے وہ حجاب بالبیوت ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں رہیں۔۔۔۔۔ لیکن شریعت اسلامیہ ایک جامع اور مکمل نظام ہے۔ جس میں انسان کی تمام ضروریات کی رعایت پوری کی گئی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عورتوں کو ایسی ضرورتیں پیش آنا ناگریز تھا۔ کہ وہ کسی وقت گھروں سے نکلیں اس کے پردہ کا دوسرا درجہ قرآن و سنت کی رو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سر سے پاؤں تک برقع یا لمبی چادر میں پورا بدن کو چھپا کر نکلیں۔ راستہ دیکھنے کے لیے چادر میں سے صرف ایک آنکھ کھولیں یا برقع میں جو جالی آنکھوں کے سامنے استعمال کی جاتی ہے وہ لگالیں ضرورت کے مواقع میں پردہ کا دوسرا انتظام بھی پہلے کی طرح سب علماء و فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہے معارف القرآن حصہ ہفتم ۲۱۱ تا ۲۱۳۔

مسئلہ : پردہ کے احکام مذکورہ میں بعض صورتیں مستثنیٰ ہیں مثلاً بعض مرد بھی یعنی محارم پردہ سے مستثنیٰ ہیں۔ اور بعض عورتیں مثلاً بہت بوڑھی وہ بھی پردہ کے عام حکم سے کسی قدر مستثنیٰ ہیں۔

(سورہ احزاب آیت ۵۳، ۲۲۰)

پردہ کی بعض استثنائی صورتیں

مسئلہ : اس میں علماء و فقہاء کا اختلاف ہے کہ یہ خاص استیذان اقارب کے لیے واجب ہے۔ یا استحبابی حکم ہے اور یہ کہ یہ حکم اب بھی جاری ہے۔ یا منسوخ ہو گیا جمہور فقہاء کے نزدیک یہ آیت محکم غیر منسوخ ہے۔ اور حکم وجوب کے لیے ہے۔ مردوں کے واسطے بھی عورتوں کے واسطے بھی (قرطبی)

مسئلہ : جو عورت بڑی بوڑھی ایسی ہو جائے کہ نہ اس کی طرف کسی کی رغبت ہو اور نہ وہ نکاح کے قابل ہو تو اس کے لیے پردہ کے احکام میں یہ سہولت دیدی گئی ہے کہ اجانب بھی اس کے حق میں مثل محارم کے ہو جاتے ہیں۔ جن اعضاء کا چھپانا اپنے

محرموں سے ضروری نہیں ہے۔ اس بوڑھی عورت کے لیے غیر مردوں غیر محرموں سے بھی ان کا چھپانا ضروری نہیں۔ اس لیے فرمایا۔ والقواعد من النساء التی الایۃ جس کی مختصر تفسیر اوپر گذر چکی ہے۔ مگر ایسی بڑی بوڑھی عورت کے لیے بھی ایک قید تو یہ ہے کہ جو اعضاء محرم کے سامنے کھولے جائیں یہ عورت غیر محرم کے سامنے بھی کھول سکتی ہے۔ بشرطیکہ بن سنور کر زینت کر کے نہ بیٹھے۔ دوسری بات آخر میں یہ فرمائی وان یستعففن خیر لھن یعنی اگر وہ غیر محرموں کے سامنے آنے سے بالکل ہی بچیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہے (سورۃ النور آیت ۵۹، ۶۰) معارف القرآن حصہ ششم ص ۴۴۶ تا ۴۴۸

مسئلہ : عورتوں سے اگر دوسرے مردوں کو کوئی استعمالی چیز برتن کپڑا وغیرہ لینا ضروری ہو تو سامنے آکر نہ لیں بلکہ پیچھے سے مانگیں اور فرمایا کہ یہ پردہ کا حکم مردوں اور عورتوں دونوں کے دلوں کو نفسانی وساوس سے پاک رکھنے کے لیے دیا گیا ہے۔

(سورہ احزاب آیت ۵) (معارف القرآن ص ۲۰۰ ج ۷)

مسئلہ : اس پر سب کا اتفاق ہے۔ کہ اگر چہرہ اور ہتھیلیوں پر نظر ڈالنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو ان کا دیکھنا بھی جائز نہیں اور عورت کو ان کا کھولنا بھی جائز نہیں اسی طرح اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ستر عورت جو نماز میں اجماعاً اور خارج نماز علی الاصح فرض ہے۔ اس سے چہرہ اور ہتھیلیاں مستثنیٰ ہیں اگر ان کو کھول کر نماز پڑھی تو نماز باتفاق صحیح و درست ہو جائے گی۔ (سورۃ النور آیت ۳۱، ۳۲) معارف القرآن حصہ ششم ص ۴۰۰ تا ۴۰۴

مسئلہ : جن گھروں میں سے بغیر اجازت خاص کے کھانے پینے کی اجازت اس آیت میں دی گئی ہے۔ اس کی بناء اس پر ہے کہ عرب کی عام عادت کے مطابق ایسے قریبی رشتہ داروں میں کوئی تکلف بالکل نہ تھا۔ ایک دوسرے کے گھر سے کچھ کھاتے پیتے تو گھر والے کو کسی قسم کی تکلیف یا ناگواری نہ ہوتی تھی بلکہ وہ اس سے خوش ہوتا تھا۔ اسی طرح اس سے بھی کہ وہ اپنے ساتھ کسی معذور یا بیمار، مسکین کو بھی کھلا دے ان سب چیزوں کی گو صراحۃً اجازت نہ دی ہو۔ مگر عادۃً اجازت تھی۔ اس علت جواز سے ثابت ہوا کہ جس زمانے یا جس مقام میں ایسا رواج نہ ہو اور مالک کی اجازت مشکوک ہو وہاں بغیر صریح اجازت مالک کے کھانا پینا حرام ہے۔ جیسا کہ آج کل عام طور پر نہ یہ عادت

رہی نہ کوئی اس کو گوارہ کرتا ہے کہ کوئی عزیز قریب جو ان کے گھر میں چاہے کھائے پیئے یا دوسروں کو کھلائے پلائے اس لئے آج کل عام طور پر اس اجازت پر عمل کرنا جائز نہیں بجز اس کے کہ کسی دوست عزیز کے متعلق کسی کو یقینی طور پر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اس کے کھانے پینے یا دوسروں کو کھلانے پلانے سے کوئی تکلیف یا ناگواری محسوس نہ کرے گا بلکہ خوش ہو گا تو خاص اس کے گھر سے کھانے پینے میں اس آیت کے مقتضیٰ پر عمل جائز ہے'

مسئلہ : یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ بلکہ حکم اول سے آج تک جاری ہے۔ البتہ شرح اس کی مالک کی اجازت کا یقین ہے۔ جب یہ نہ ہو تو وہ مقتضائے آیت میں داخل ہی نہیں۔ (مظہری)

مسئلہ : اسی طرح اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ حکم صرف ان مخصوص رشتہ داروں ہی میں منحصر نہیں بلکہ دوسرے شخص کے بارے میں اگر یہ یقین ہو کہ اس کی طرف سے ہمارے کھانے پینے اور کھلانے پلانے کی اجازت ہے' وہ اس سے خوش ہو گا' اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (مظہری)۔ احکام مذکورہ کا تعلق ان کاموں سے ہے جو کسی کے گھر میں باجازت داخل ہونے کے بعد جائز یا مستحب ہیں ان کاموں میں بڑا مسئلہ : کھانے پینے کا تھا۔ اس کو پہلے ذکر فرمادیا۔

مسئلہ : گھر میں داخل ہونے کے آداب یہ ہیں کہ جب گھر میں باجازت داخل ہو تو گھر میں جو مسلمان ہوں ان کو سلام کرو۔ آیت علیٰ انفسکم سے یہی مراد ہے کیونکہ مسلمان سب ایک جماعت متحد ہیں۔ (سورۃ النور آیت ٦١) (معارف القرآن حصہ ششم ص ٤٥١ تا ٤٥٢)

باب

الایمان والنذر

قسم دے کر کسی کو مجبور کرنا

مسئلہ : کسی شخص کو ایسی قسم دینا نہیں چاہیے جس کا پورا کرنا بالکل اس کے قبضہ میں نہ ہو جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کو صحیح و سالم واپس لانے کی قسم دی تو اس میں اس حالت کو مستثنیٰ کر دیا کہ یہ بالکل عاجز و مجبور ہو جائیں یا خود بھی سب ہلاکت میں پڑ جائیں۔ (سورۂ یوسف آیت ٦٦) (معارف القرآن ج ۵ ص ۹۴)

نذر و منت کے بعض احکام

مسئلہ : نذر (منت) کے منعقد ہونے کے لیے چند شرائط ہیں۔ اول یہ کہ جس کام کی نذر مانی جائے وہ جائز و حلال ہو' معصیت نہ ہو۔ اگر کسی نے کسی گناہ اور ناجائز کام کی نذر مان لی تو اس پر لازم ہے کہ وہ ناجائز کام نہ کرے اپنی قسم کو توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے واجب نہ ہو اس لیے اگر کوئی شخص نماز فرض یا وتر واجب کی نذر مان لے تو نذر لغو ہو گی وہ فرض یا واجب پہلے ہی سے اس پر

واجب الادا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس کام کو بذریعہ نذر اپنے اوپر واجب کیا ہے اس کی جنس سے کوئی عبادت شریعت میں واجب کی گئی ہو جیسے نماز، روزہ، صدقہ، قربانی وغیرہ اور جس کی جنس سے شرعاً کوئی عبادت مقصود نہیں ہے اس کی نذر لازم نہیں ہوتی جیسے کسی مریض کی عیادت یا جنازے کے پیچھے چلنا وغیرہ جو اگرچہ عبادات ہیں مگر عبادت مقصودہ نہیں۔ نذر و یمین کے احکام کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جائے۔ (سورۃ الدھر آیت ۷) (معارف القرآن ص ۶۳۷ ج ۸)

کسی کو دھوکہ دینے کے لیے قسم کھانے میں ایمان کا خطرہ ہے

مسئلہ: صرف مخاطب کو فریب دینے کے لیے قسم کھائی جائے تو یہ عام قسم توڑنے سے زیادہ خطرناک گناہ ہے جس کے نتیجہ میں یہ خطرہ ہے کہ ایمان کی دولت ہی سے محروم ہو جائے۔ (سورہ نحل آیت ۹۱) (معارف القرآن ج ۵ ص ۳۸۴)

قسم کھانے کی چند صورتیں اور اس کا حکم

یمین غموس:۔ اس کو اصطلاح فقہاء میں یمین غموس کہتے ہیں مثلاً ایک شخص نے کوئی کام کر لیا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے پھر جان بوجھ کر قسم کھالے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا یہ جھوٹی قسم سخت گناہ کبیرہ اور موجب وبال دنیا و آخرت ہے مگر اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہوتا، توبہ و استغفار لازم ہے اس کو اصطلاح فقہا میں یمین غموس کہا جاتا ہے۔ کیونکہ غموس کے معنی ڈبو دینے کے ہیں یہ قسم انسان کو گناہ اور وبال میں غرق کرنے والی ہے۔

یمین لغو:۔ گذشتہ کسی واقعہ پر اپنے نزدیک سچا سمجھ کر قسم کھائے اور واقع میں وہ غلط ہو مثلاً کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ فلاں شخص آگیا ہے، اس پر اعتماد کر کے اس

نے قسم کھائی کہ وہ آگیا ہے پھر معلوم ہوا کہ یہ واقعہ کے خلاف ہے اس کو یمین لغو کہتے ہیں۔ اس طرح بلا قصد زبان سے لفظ قسم نکل جائے تو اس کو بھی یمین لغو کہا جاتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ نہ اس پر کفارہ ہے نہ گناہ۔

یمین منعقدہ:۔ آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے اس کو یمین منعقدہ کہا جاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کو توڑنے کی صورت میں کفارہ واجب ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں اس پر گناہ بھی ہوتا ہے بعض میں نہیں ہوتا۔

(سورہ مائدہ آیت ۸۹) (معارف القرآن ص ۲۲۳، ۲۲۴ ج ۳)

مسئلہ: قسم ٹوٹنے سے پہلے قسم کا کفارہ ادا نہیں ہوتا۔ جیسے وقت سے پہلے نماز اور رمضان سے پہلے رمضان کا روزہ نہیں ہوتا اسی طرح قسم ٹوٹنے سے پہلے کفارہ کی ادائیگی معتبر نہیں۔ (سورہ مائدہ آیت ۸۹) معارف القرآن ص ۲۲۴ ج ۳)

باب

احکام المساجد

مساجد کے مسائل

مسئلہ : یہ کہ دنیا کی تمام مساجد آداب مسجد کے لحاظ سے مساوی ہیں جیسے بیت المقدس۔ مسجد حرام یا مسجد نبوی کی بے حرمتی ظلم عظیم ہے اسی طرح دوسری تمام مساجد کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔ اگرچہ تینوں مساجد کی خاص بزرگی و عظمت اپنی جگہ مسلم ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر اور مسجد نبویؐ و نیز بیت المقدس میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے۔ ان تینوں مساجد میں نماز پڑھنے کی خاطر دور دراز ملکوں سے سفر کر کے پہونچنا موجب ثواب عظیم اور باعث برکات ہے بخلاف دوسری مساجد کے کہ ان تینوں کے علاوہ کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کو افضل جان کر اس کے لیے دور سے سفر کر کے آنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

مسئلہ : مسجد میں ذکر و نماز سے روکنے کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب ناجائز و حرام ہیں۔ ان میں سے ایک صورت تو یہ کھلی ہوئی ہے کہ کسی کو مسجد میں جانے سے یا وہاں

نماز و تلاوت سے صراحۃً روکا جائے دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد میں شور و شغب کر کے یا اس کے قرب و جوار میں باجے گاجے بجا کر لوگوں کی نماز و ذکر وغیرہ میں خلل ڈالے۔ یہ بھی ذکر اللہ سے روکنے میں داخل ہے۔

اسی طرح اوقات نماز میں جب کہ لوگ اپنی نوافل یا تسبیح و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں۔ مسجد میں کوئی بلند آواز سے تلاوت یا ذکر بالجہر کرنے لگے۔ تو یہ بھی نمازیوں کی نماز و تسبیح میں خلل ڈالنے اور ایک حیثیت سے ذکر اللہ کو روکنے کی صورت ہے۔ اسی لیے حضرات فقہاء نے اس کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ ہاں جب مسجد عام نمازیوں سے خالی ہو۔ اس وقت ذکر یا تلاوت جہر کا مضائقہ نہیں۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس وقت لوگ نماز و تسبیح وغیرہ میں مشغول ہوں مسجد میں اپنے لیے سوال کرنا یا کسی دینی کام کے لیے چندہ کرنا بھی ایسے وقت ممنوع ہے۔

مسئلہ : مسجد کی ویرانی کی جتنی بھی صورتیں ہیں سب حرام ہیں۔ اس میں جس طرح کھلے طور پر مسجد کو منہدم اور ویران کرنا داخل ہے۔ اسی طرح ایسے اسباب پیدا کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ جن کی وجہ سے مسجد ویران ہو جائے۔ مسجد کی ویرانی یہ ہے کہ وہاں نماز کے لیے لوگ نہ آئیں۔ یا کم ہو جائیں۔ کیونکہ مسجد کی تعمیر و آبادی دراصل در و دیوار یا ان کے نقش و نگار سے نہیں۔ بلکہ ان میں اللہ کا ذکر کرنے والوں سے ہے۔

(البقرہ آیت ۱۱۴) (معارف القرآن ص ۲۹۹، ۳۰۰ ج ۱)

مساجد کے پندرہ آداب

مسئلہ : علماء نے آداب مساجد میں پندرہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے اول یہ کہ مسجد میں پہنچنے پر اگر کچھ لوگوں کو بیٹھا دیکھے تو ان کو سلام کرے اور کوئی نہ ہو تو السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین کہے (لیکن یہ اس صورت میں ہے۔ جب کہ حاضرین نفلی نماز یا تلاوت و تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہوں ورنہ اس کو سلام کرنا درست نہیں)۔ دوسرے یہ کہ مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھے (یہ بھی جب ہے کہ اس وقت نماز پڑھنا مکروہ نہ ہو، مثلاً عین آفتاب کے طلوع یا غروب یا استواء نصف النہار کا

وقت نہ ہو۔ ۱۲اش)

تیسرے یہ کہ مسجد میں خرید و فروخت نہ کرے۔ چوتھے یہ کہ وہاں تیر تلوار نہ نکالے۔ پانچویں یہ کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز تلاش کرنے کا اعلان نہ کرے۔ چھٹے یہ کہ مسجد میں آواز بلند نہ کرے۔ ساتویں یہ کہ وہاں دنیا کی باتیں نہ کرے۔ آٹھویں یہ کہ مسجد میں بیٹھنے کی جگہ میں کسی سے جھگڑا نہ کرے۔ نویں یہ کہ جہاں صف میں پوری جگہ نہ ہو وہاں گھس کر لوگوں میں تنگی پیدا نہ کرے۔ دسویں یہ کہ کسی نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہ گذرے۔ گیارھویں یہ کہ مسجد میں تھوکنے، ناک صاف کرنے سے پرہیز کرے۔ بارھویں اپنی انگلیاں نہ چٹخائے۔ تیرھویں یہ کہ اپنے بدن کے کسی حصہ سے کھیل نہ کرے۔ چودھویں نجاسات سے پاک صاف رہے اور کسی چھوٹے بچے یا مجنون کو ساتھ نہ لیجائے۔ پندرھویں یہ کہ وہاں کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول رہے۔ قرطبی نے یہ پندرہ آداب لکھنے کے بعد فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کر لیے اس نے مسجد کا حق ادا کر دیا اور مسجد اس کے لیے حرز و امان کی جگہ بن گئی۔

(سورۃ النور آیت ۳۶) معارف القرآن حصہ ششم ص ۴۲۸ تا ۴۲۹

مساجد میں محراب بنانے کا حکم

مسئلہ : جن مساجد میں محراب امام ایک مستقل مکان کی صورت میں بنائی جاتی ہے۔ وہاں امام پر لازم ہے کہ ان محراب سے کسی قدر باہر اس طرح کھڑا ہو کہ اس کے قدم محراب سے باہر نمازیوں کی طرف رہیں تاکہ امام اور مقتدیوں کا مکان ایک شمار ہو سکے۔ ورنہ یہ صورت مکروہ و ناجائز ہے کہ امام الگ مکان میں تنہا کھڑا ہو اور سب مقتدی دوسرے مکان میں۔ بعض مساجد میں محراب اتنی وسیع و عریض بنائی جاتی ہے کہ ایک مختصر سی صف مقتدیوں کی بھی اس میں آجائے۔ ایسی محراب میں اگر ایک صف مقتدیوں کو بھی محراب میں کھڑی ہو اور امام ان کے آگے پورا محراب میں کھڑا ہو تو امام و مقتدیوں کے مکان کا اشتراک ہو جانے کی وجہ سے کراہت نہیں رہے گی۔

(سورہ سبا آیت ۳۱) معارف القرآن حصہ ہفتم ص ۲۶۸

کافروں کو اسلامی اوقاف کا منتظم و متولی بنانا درست نہیں

مسئلہ : کسی کافر کو کسی اسلامی وقف کا متولی اور منتظم بنانا جائز نہیں۔ باقی رہا ظاہری در و دیوار وغیرہ کی تعمیر سو اس میں کسی غیر مسلم سے بھی کام لیا جائے تو مضائقہ نہیں

(تفسیر مراغی)

غیر مسلم کے مسجد بنانے کے بارے میں حکم

مسئلہ : اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم ثواب سمجھ کر مسجد بنا دے یا مسجد بنانے کے لیے مسلمانوں کو چندہ دے دے تو اس کا قبول کر لینا بھی اس شرط سے جائز ہے کہ اس سے کسی دینی یا دنیوی نقصان یا الزام کا یا آئندہ اس پر قبضہ کر لینے کا یا احسان جتلانے کا خطرہ نہ ہو (رد المحتار، شامی، مراغی) (سورہ توبہ آیت ۱۸)

معارف القرآن حصہ چہارم ص ۳۳۱

مسئلہ :

آج بھی اگر کوئی نئی مسجد پہلی مسجد کے متصل بلا کسی ضرورت کے محض ریا و نمود کے لئے یا ضد و عناد کی وجہ سے بنائی جائے تو اس میں نماز پڑھنا بہتر نہیں، اگرچہ نماز ہو جاتی ہے۔

(سورہ توبہ آیت ۱۰۷) معارف القرآن حصہ چہارم ص ۴۶۳

مسئلہ : اولیاء و صلحاء کے قبور کے پاس مسجد بنانے کا حکم

مسئلہ : اولیاء صلحاء کی قبور کے پاس نماز کے لیے مسجد بنا دینا کوئی گناہ نہیں اور اس حدیث میں قبور انبیاء کو مسجد بنانے والوں پر لعنت کے الفاظ آئے ہیں، اس سے مراد خود قبور کو سجدہ گاہ بنا دینا ہے۔ جو باتفاق شرک و حرام ہے۔ (مظہری) (سورۃ الکھف آیت ۲۱)

(معارف القرآن ج پنجم ص ۵۶۵)

باب

البیوع

قرض اور ادھار کے متعلقہ احکام

مسئلہ : ادھار کے معاملات کی دستاویز لکھنی چاہئے تاکہ بھول چوک یا انکار کے وقت کام آئے۔ نیز ادھار کا معاملہ جب کیا جائے تو اس کی میعاد ضرور مقرر کی جائے غیر معین مدت کے لیے ادھار لینا دینا جائز نہیں کیونکہ اس سے جھگڑے فساد کا دروازہ کھلتا ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء نے فرمایا کہ میعاد بھی ایسی مقرر ہونا چاہئے جس میں کوئی ابہام نہ ہو، مہینہ اور تاریخ کے ساتھ معین کی جائے کوئی مبہم میعاد نہ رکھیں جیسے کھیتی کٹنے کے وقت، کیونکہ وہ موسم کے اختلاف سے آگے پیچھے ہو سکتا ہے۔ (البقرہ آیت ص ۶۸۲)

مشترک مال سے تجارت

مسئلہ : اول یہ کہ مال میں شرکت جائز ہے کیونکہ یہ رقم سب کی مشترک تھی دوسری یہ کہ مال میں وکالت جائز ہے کہ مشترک مال میں کوئی ایک شخص بحیثیت وکیل دوسروں کی اجازت سے تصرفات کرے۔ تیسرے یہ کہ چند رفیق اگر کھانے میں شرکت رکھیں یہ جائز ہے۔ اگرچہ کھانے کی مقداریں عادۃً مختلف ہوتی ہیں کوئی کم کھاتا ہے۔

کوئی زیادہ۔ (سورہ کہف آیت ۹ تا ۲۱) (معارف القرآن ج پنجم ص ۵۶۱)

تجارت کے چند احکام

مسئلہ : معاملات دو قسم کے ہیں ایک وہ جن میں دل سے رضامند ہونا ضروری ہے۔ جیسے خرید و فروخت وہبہ وغیرہ کہ ان میں دل سے رضامند ہونا معاملہ کے لیے شرط ہے۔ بنص قرآن اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ یعنی کسی دوسرے شخص کا مال حلال نہیں ہوتا جب تک تجارت وغیرہ کا معاملہ طرفین کی رضامندی سے نہ ہو۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ، شعبی، زہری، نخعی اور قتادہ رحمہم اللہ کے نزدیک طلاق مکرہ کا بھی یہی حکم ہے کہ حالت اکراہ میں اگرچہ وہ طلاق دینے پر دل سے آمادہ نہیں تھا مجبور ہو کہ الفاظ طلاق کہہ دیئے اور وقوع طلاق کا تعلق صرف الفاظ طلاق ادا کر دینے سے ہے۔ دل کا قصد و ارادہ شرط نہیں جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے یہ طلاق واقع ہو جائے گی۔

معارف القرآن حصہ پنجم ص ۳۹۵ تا ۳۹۶

حرمت سود اور اس کے احکام

حرمت سود کے دلائل میں حضرت اقدس مفتی اعظم پاکستان سیدی و مرشدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے سات آیات قرآنی اور دس احادیث طیبہ معارف القرآن جلد اول میں درج فرمائے۔ رسالہ سود میں علیحدہ تحریر فرمایا ہے اس کے علاوہ حرمت سود کے دلائل و حکم بھی توضیح و تشریح کے ساتھ بیان فرما دیئے ہیں ان کے لیے معارف القرآن ج ۷ ص ۶۴ تا ۶۸ ملاحظہ فرمایئے یہاں صرف چند مسائل لکھے جاتے ہیں۔

سود کی تعریف: امام جصاصؒ نے احکام القرآن میں ربا (سود) کی تعریف یہ فرمائی "وہ قرض ہے جس میں کسی میعاد کے لیے اس شرط پر قرض دیا جائے کہ قرضدار اس کو اصل

مال سے زائد کچھ رقم ادا کرے گا" اور حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُلُّ قرض جر نفعاً فھو ربا یعنی جو قرض نفع حاصل کرے وہ ربا ہے۔

امام رازی نے اپنی تفسیر میں فرمایا ربا کی دو قسمیں ہیں ایک معاملات بیع و شراء کے اندر ربا، دوسرے ادھار کا ربا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا کے مفہوم میں بیع و شراء کی چند صورتوں کو ربا میں داخل فرمایا جن کو عرب ربا میں نہ سمجھتے تھے۔ مثلاً چھ چیزوں کے بیع و شراء میں یہ حکم دیا کہ اگر ان کا تبادلہ کیا جائے تو برابر برابر ہونا چاہئے اور نقد دست بدست ہونا چاہئے ان میں کمی بیشی یا ادھار کیا گیا تو وہ بھی ربا ہے یہ چیزیں سونا، چاندی، گیہوں، جو، کھجور اور انگور ہیں۔

اسی اصول کے ماتحت معاملات کی جو چند صورتیں مزابنہ اور محاقلہ کے نام سے رائج تھیں آیات ربا نازل ہونے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ربا میں شامل قرار دے کر منع فرمایا۔ (ابن کثیر بحوالہ مستدرک حاکم ص ۳۲۷ ج ۱)

مزابنہ یہ کہ درخت پر لگے ہوئے پھلوں کے بدلے میں اندازہ سے فروخت کیا جائے اور محاقلہ یہ کہ کھڑے کھیت کے غلہ گندم، چنا، وغیرہ خشک صاف کئے ہوئے غلہ گندم یا چنے سے اندازہ لگا کر فروخت کیا جائے اندازہ میں چونکہ کمی بیشی کا امکان رہتا ہے اس لیے ان سے منع کیا گیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے جن صورتوں میں ربا کا شبہ بھی ہو اس کو چھوڑنے کا امر فرمایا (سورۃ البقرہ آیت ۲۷۵) (معارف القرآن ص ۲۶۴ تا ۲۶۷ ج ۱)

حرمت قمار اور اس کے اقسام

مفسر قرآن حضرت عبداللہ ابن عباس، ابن عمر، قتادہ، معاویہ بن صالح اور عطاء اور طاؤس رضی اللہ عنہم نے فرمایا "ہر قسم کا قمار میسر ہے" یہاں تک کہ بچوں کا کھیل، لکڑی کے گٹکوں اور اخروٹ کے ساتھ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مخاطرہ قمار میں سے ہے (جصاص)۔ مخاطرہ کے معنی کہ ایسا معاملہ جو نفع و ضرر کے درمیان دائر ہو۔ یعنی یہ بھی احتمال ہو کہ بہت سامال مل جائے اور یہ بھی کہ کچھ نہ ملے جیسے آج کل کی تجارتی لاٹری

اور معمے حل کرنے کا چلتا ہوا کاروبار۔ شطرنج اور چوسر وغیرہ تاش پر اگر روپے کی ہار جیت ہو وہ بھی میسر میں داخل ہے۔ (سورہ بقرہ آیت ۲۱۹) مزید دلائل کے لیے معارف القرآن جلد اول ۵۳۲ تا ۵۳۳ ملاحظہ فرمایئے۔

نوٹ: اگر صرف ایک جانب سے انعام مقرر کیا جائے کہ جو شخص فلاں کام کرے گا، اس کو یہ انعام ملے گا۔ اس میں مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ اس شخص سے کوئی فیس وصول نہ کی جائے۔